اشاعت کا ۶۴ واں سال

یادگار: شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہنامہ ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس: سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا: مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۱۱ | جلد ۶۴

نومبر ۲۰۱۶ عیسوی

صفر المظفر ۱۴۳۸ ہجری

قیمت عام شمارہ ۳۵ روپے

سالانہ (عام ڈاک سے) ۳۸۰ روپے

سالانہ (رجسٹری سے) ۵۰۰ روپے

ٹیلے فون: 36620945 تا 36620949، 36616001 تا 36616004

ایکسٹینشن: (052 تا 066)

ٹیلے فیکس نمبر: (92-021) 36611755

ای میل: hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان: www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف): www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارہ سعید: www.hakimsaid.info

فیس بک: www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارہ مطبوعاتِ ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر: رامین ولی، کراچی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

جزیرہ ڈوال پا

سید محمود حسن

۴۵

پانچ دوست جو عجیب و غریب انسان نما مخلوق کے ایک جزیرے پر پھنس گئے تھے

سیکڑوں سال بعد

جاوید اقبال

۵۱

سیکڑوں سال پہلے مرنے والوں کی روحیں آج کے ترقی یافتہ دور میں آگئیں

بلاعنوان انعامی کہانی

محمد ذوالقرنین خاں

۵۷

اس جنگل کہانی کا ایک اچھا سا عنوان بتا کر ایک کتاب حاصل کیجیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

اپنے کام کو تو ہر آدمی ہی کرتا ہے، لیکن اچھے آدمی دوسروں کے بھی کام آتے ہیں۔ ایسے آدمی زیادہ خوش رہتے ہیں اور خوش رہنے والے آدمی کی عمر زیادہ ہوتی ہے۔ وہ کام بھی زیادہ کرتا ہے۔ دوسروں کا کام کر کے جو اطمینان، جو سکون اور خوشی ہوتی ہے اس کا پورا اندازہ اسی آدمی کو ہوتا ہے جو دوسروں کے کام آتا ہے۔

دوسروں کے کام آنے ہی کو خدمتِ خلق کہتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ کسی غیر کے، کسی اجنبی کے یا بہت سے لوگوں کے فائدے کے لیے کام آنے ہی کو خدمتِ خلق کہتے ہیں۔ یہ بھی بے شک خدمتِ خلق ہے، لیکن اگر آپ اپنے کسی عزیز، کسی دوست، کسی ملنے والے کا کام کریں تو یہ بھی خدمتِ خلق ہی ہے۔

ہمارے پیارے آقا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمتِ خلق کا بہترین نمونہ ہمیں دیا ہے۔ آپؐ ہمیشہ اپنوں، پرایوں، سب کی مدد کرتے تھے۔ دراصل آپؐ کی تو پوری زندگی ہی خدمتِ خلق سے عبارت ہے۔ ایک دن ہمارے آقاؐ ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک نابینا عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ کچھ لوگ یہ دیکھ کر ہنسنے لگے، لیکن آپؐ کو بہت دکھ ہوا۔ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپؐ نے اس عورت کو اُٹھایا اور اس کے گھر تک پہنچایا۔ آپؐ کا یہ فرمان سونے کے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے: ''اللہ اس بندے کی مدد کرتا ہے جو دوسرے بندوں کی مدد کرتا ہے۔''

اگر ہم اس فرمان کو سمجھیں تو ہماری زندگی کتنی خوش گوار اور آسان ہو جائے، پھر ہر آدمی دوسرے آدمی کی مدد کے لیے تیار رہے گا۔ میں نونہالوں کو یہی مشورہ دوں گا کہ وہ یہ فرمانِ رسولؐ لکھ کر کسی ایسی جگہ لگا لیں، جہاں روزانہ اس پر نظر پڑتی رہے اور وہ اس پر عمل کرنے لگیں۔ آج سے طے کر لو کہ روزانہ کم سے کم ایک اچھا کام کرو گے اور سب سے اچھا کام وہ ہے جو دوسروں کے لیے کیا جائے۔

(ہمدرد نونہال فروری ۱۹۹۱ء سے لیا گیا)

پہلی بات

یہ نومبر کا مہینا ہے۔ اس مہینے کے تعلق سے اگر آپ سے کسی بہت اہم شخصیت کے بارے میں پوچھا جائے تو آپ کے ذہن میں کس کا نام آئے گا؟ کچھ غور کیا؟ اچھا اگر آپ سے پوچھا جائے کہ پاکستان کے سب سے بڑے شاعر کا نام بتایئے تو آپ کے ذہن میں علامہ اقبال کے سوا کسی اور شاعر کا نام نہیں آئے گا۔ بڑی اور اہم شخصیت کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ اسے یاد نہیں کرنا پڑتا، وہ ہمیشہ ذہن میں محفوظ رہتی ہے، مثلاً قائداعظم محمد علی جناح، شہید ملت لیاقت علی خاں، شہید پاکستان حکیم محمد سعید، فخر انسانیت عبدالستار ایدھی وغیرہ۔

علامہ اقبال کے والد شیخ نور محمد ایک صوفی مزاج انسان تھے۔ علامہ اقبال کی پیدائش سے پہلے انھوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں ایک بہت خوش نما پرندہ زمین سے ذرا بلندی پر اُڑ رہا ہے، لوگ اُچھل اُچھل کر اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن وہ پرندہ کسی کے ہاتھ نہیں آتا۔ شیخ نور محمد بھی ایک طرف کھڑے سوچ رہے ہیں کہ کاش! یہ خوب صورت پرندہ میرے ہاتھ آ جائے۔ اسی وقت وہ پرندہ سب کو نظر انداز کر کے ان کے کاندھے پر بیٹھ گیا اور سب منھ دیکھتے رہ گئے۔ پھر ان کی آنکھ کھل گئی۔ یہ شاہین صفت دل کش پرندہ علامہ اقبال کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔

علامہ اقبال کا کلام دنیا بھر میں اس قدر پسند کیا جاتا ہے کہ ان کی شاعری کے ترجمے بہت سی زبانوں میں ہو چکے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ علامہ اقبال اردو، فارسی، انگریزی کے علاوہ عربی اور جرمن زبانوں میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ہندی اور سنسکرت بھی جانتے تھے۔ ۱۹۷۷ء میں ان کا صد سالہ یوم پیدائش پاکستان کے علاوہ ہندستان، ایران، روس، برطانیہ، امریکا اور جرمنی میں بھی منایا گیا تھا، جہاں اردو اور فارسی بولنے اور سمجھنے والے موجود تھے۔ بڑا شاعر یا ادیب کسی ایک ملک کا نہیں، بلکہ ساری دنیا کی اہم اور محبوب شخصیت ہوتا ہے۔ آپ بھی آج ہی سے بڑا آدمی بننے کا عزم کر لیجیے۔ علم حاصل کرنے پر بھرپور توجہ دیجیے۔ بڑے لوگوں کے حالات زندگی پڑھیے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کیجیے، ان شا اللہ آپ ضرور کام یاب ہوں گے۔

سلیم فرخی

روشن خیالات

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ تعلق توڑے رکھے۔

مرسلہ : ایمان اشعر، دستگیر

حضرت علی کرم اللہ وجہ

جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے، لیکن انسان اپنے خدا کو نہیں پہچانتا۔ مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

حضرت امام حسینؓ

پریشان ہونے سے کل کی مشکلات دور نہیں ہوتیں، بلکہ اس سے آج کا سکون بھی چلا جاتا ہے۔

مرسلہ : محمد شاہد، میرپورخاص

حکیم لقمان

وہ شخص کبھی خوش حال نہیں ہو سکتا جو گھر بیٹھے خوش حال ہونے کے خواب دیکھتا رہتا ہے۔

مرسلہ : خدیجہ صمد، کراچی

شیخ سعدیؒ

ظاہری حالت پر نہ جا۔ آگ دیکھنے میں سرخ نظر آتی ہے، مگر اس کا جلایا ہوا سیاہ ہو جاتا ہے۔

مرسلہ : محمد ارسلان صدیقی، گھوٹکی

بابائے اردو

علم کے ساتھ صحیح ذوق ہونا ضروری ہے۔ علم کتنا ہی وسیع ہو، ذوق صحیح نہ ہو تو علم بے نتیجہ اور بے اثر ہے۔

مرسلہ : مکرم محمد ابراہیم احمدانی، میرپورخاص

مستنصر حسین تارڑ

خیالات کی آمدنی کم ہو تو لفظوں کی فضول خرچی سے پرہیز کرو۔ مرسلہ : روبینہ ناز، رتن تلاؤ

بزرجمہر

دنیا کی مصیبتوں کا تین چوتھائی حصہ زبان کا پیدا کردہ ہے۔ مرسلہ : سید قائت علی ہاشمی، کورنگی

نپولین

جسے ہارنے کا خوف ہے، وہ ضرور ہارے گا۔

مرسلہ : پارس احمد خان، اورنگی ٹاؤن

شیکسپیئر

انسانیت کا اصلی زیور نیک نامی ہے۔

مرسلہ : محمد ایان فیصل، نارتھ کراچی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

سید سخاوت علی جوہر

دنیا میں حق نے بھیجا نگہبان مصطفےٰ
یہ زندگی ہے آپؐ کا احسان مصطفےٰ

وہ دین کیا مٹے گا کبھی اس جہان سے
جس کو کیا ہو آپؐ نے پروان مصطفےٰ

انصاف رب کرے گا اگر اُس پہ چھوڑ دو
یہ بھی تو آپؐ ہی کا ہے فرمان مصطفےٰ

روضے پہ اپنے مجھ کو بُلا لو بس ایک بار
دو دن کا ہوں جہاں میں مہمان مصطفےٰ

رحمت کا منتظر ہوں تمھاری جناب میں
مقبولِ حق ہو ، نعت کا دیوان مصطفےٰ

دنیا کی کسی شے کی طلب مجھ کو اب نہیں
ہیں میرا خواب اور مرا ارمان مصطفےٰ

جوہر نے دَر سے آپؐ کے یہ راز پالیا
ہیں مالکِ حقیقی کی پہچان مصطفےٰ

آبِ زم زم

نسرین شاہین

حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد حاجی وطن واپس آتے ہوئے اپنے ساتھ مکہ مکرمہ کی کھجوریں اور آبِ زم زم لے کر آتے ہیں، جسے وہ اپنے رشتے داروں اور دوستوں وغیرہ میں تحفے کے طور پر تقسیم کرتے ہیں۔ کھجوریں تو درختوں سے حاصل کی جاتی ہیں، لیکن یہ آبِ زم زم کیا ہے، جسے لوگ بڑے احترام اور شوق سے پیتے ہیں۔ آیئے! ہم بتاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، اللہ کے حکم سے اپنی بیوی حضرت حاجرہ اور ان کے دودھ پیتے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر اس وادی میں پہنچے، جسے آج ہم مکہ مکرمہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک جگہ ایک بڑے درخت کے نیچے لے آئے۔ انھیں پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجور کی ایک تھیلی دی اور واپس چل دیے۔ حضرت ہاجرہ کہتی رہیں کہ ہمیں آپ یہاں ویرانے میں کیوں چھوڑے جا رہے ہیں؟ مگر وہ خاموش چلے جا رہے تھے۔ آخر پوچھ بیٹھیں: ''کیا آپ اللہ کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں؟''

حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا: ''ہاں میں اللہ کے حکم سے تمھیں اور اسماعیلؑ کو یہاں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔''

حضرت حاجرہ نے چند دن کھجوروں اور پانی پر گزارہ کیا، جب دونوں چیزیں ختم ہوگئیں تو حالت خراب ہونے لگی۔ حضرت اسماعیلؑ پیاس کی وجہ سے رونے لگے تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں کبھی دوڑ کر صفا کی پہاڑی پر چڑھ جاتیں، کبھی مروہ نامی

پہاڑی پر۔ کوئی آدم نظر آیا اور نہ پانی کا کوئی نشان تھا۔ بے قرار ہو کر بچے کے پاس آئیں۔ اس کے بعد پھر پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑ کر گئیں، اس طرح حضرت ہاجرہ نے سات چکر لگائے۔

ساتویں چکر کے بعد جب حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں ناکام ہو کر اپنے بچے حضرت اسماعیلؑ کے پاس واپس آئیں تو انھوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ جس جگہ حضرت اسماعیلؑ روتے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے تھے، وہاں پر پانی نکل کر تیزی سے بہنے لگا۔ حضرت ہاجرہ نے بے اختیار کہا: ''زم زم'' یعنی ٹھیر ٹھیر، اور پانی کے اطراف منڈیر بنائی۔

زم زم کے بارے میں ہمارے رسول پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اُمِ اسماعیلؑ پر رحم کرے، اگر وہ زم زم کے پانی کو نہ روکتیں اور اس کے چاروں طرف منڈیر نہ بناتیں تو آبِ زم زم دور تک بہ رہا ہوتا۔''

اسی دوران پانی کی تلاش میں قبیلہ جرہم کے خانہ بدوش آئے۔ وہاں پانی کا چشمہ بہتا ہوا دیکھا تو انھوں نے حضرت بی بی ہاجرہ سے وہاں قیام کی اجازت لی۔ انھوں نے آباد ہونے کی اجازت دے دی۔

وہ لوگ وہاں گھر بنا کر رہنے لگے، یوں مکہ شہر آہستہ آہستہ آباد ہونے لگا۔ حضرت ابراہیمؑ بھی اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے آیا کرتے تھے۔ جب حضرت اسماعیلؑ جوان ہو گئے تو اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر ''بیت اللہ'' یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ حاجی اللہ کے اسی گھر کا طواف کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے:

''جب ابراہیمؑ خانہ کعبہ کی بنیاد رکھ رہے تھے اور اسماعیلؑ بھی ان کے ساتھ

شریک تھے تو ان کی زبان پر دعا تھی: ''اے ہمارے رب! ہمارا یہ عمل تیرے حضور قبول ہو۔ بے شک تُو ہی ہے جو دعاؤں کا سننے والا ہے۔''

اس واقعے کو ہزاروں سال گزر چکے ہیں، لیکن آج بھی آب زم زم کا چشمہ جاری ہے۔ یہ چشمہ نہ صرف مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کے کام آتا ہے، بلکہ ہر سال دنیا بھر سے آنے والے حاجی حضرات بھی اس چشمے کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور بطور تبرک اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں، تاکہ مقدس پانی بطور تحفہ لوگوں کو پیش کریں اور دوسرے لوگ بھی آبِ زم زم سے فائدہ اُٹھائیں۔

آبِ زم زم، ایک خوش ذائقہ، شیریں، برکت اور عظمت والا پانی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''آبِ زم زم میں ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔''

آب زم زم کے چشمے کی وجہ سے مکہ مکرمہ آباد ہوا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس ویران علاقے میں بہار آگئی اور پھر یہ اسلامی دنیا کا مرکز بنا دیا گیا۔ حج کے تمام ارکان مکہ مکرمہ اور اس کے قریب کے علاقوں میں پورے کیے جاتے ہیں۔

آبِ زم زم فضیلت والا پانی ہے، جب بھی کوئی حاجی بطورِ ہدیہ آبِ زم زم اور کھجوریں پیش کرے تو اسے بہت رغبت اور محبت سے کھائیں اور آبِ زم زم پئیں۔

آب زم زم کو کھڑے ہو کر پینا چاہیے، باقی آداب وہی ہیں جو عام پانی پینے کے ہیں۔ یہ فضیلت اور برکت والا پانی ہے، اس کا احترام کرنا بھی ضروری ہے۔

☆☆☆

سپاہِ پاکستان

ڈاکٹر نزہت عباسی

میرے وطن کی مقدس زمیں سلامت ہے
یہ غازیوں کی ، شہیدوں کی اک امانت ہے
عطا ہوا ہے ہمیں یہ رضائے قدرت سے
حیات اس کی زمانے میں تاقیامت ہے
ہے اتحاد بھی ، ایماں بھی اور یقیں محکم
انھیں اُصولوں پہ قائم ہماری ملت ہے
بہادری کا نشاں ہے سپاہ پاکستان
کہ دشمنوں کے دلوں پر بھی طاری ہیبت ہے
دفاع کریں گے وطن کا ہم اپنی جاں دے کر
ہمارے ساتھ یقیں ہے ، عمل ہے ، ہمت ہے
وہ سترہ دن تھے رہِ حق میں جانثاروں کے
انھیں کے نام پہ نذرانہ عقیدت ہے

علّامہ اقبال اور بچے

شیخ عبدالحمید عابد

ہمارے قومی شاعر علامہ اقبال کو بڑوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ بچوں کی تعلیم و تربیت سے بھی گہری دل چسپی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت قومی ترقی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک بچے کس قدر اہمیت رکھتے ہیں، اس کا اندازہ ہم اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ جب بڑوں کو شاعری کے ذریعے خوابِ غفلت سے بیدار کرنا ضروری تھا، تب بھی بچے آپ کے ذہن سے دور نہیں ہوئے۔ انھوں نے بچوں کے لیے بہت خوب صورت نظمیں کہیں، جن میں چند مشہور نظمیں یہ ہیں:

(۱) ایک مکڑا اور مکھی (۲) ایک پہاڑ اور گلہری (۳) ایک گائے اور بکری (۴) بچے کی دعا (۵) ہمدردی (۶) ایک پرندہ اور جگنو (۷) پرندے کی فریاد (۸) ایک آرزو (۹) ہندستانی بچوں کا گیت (۱۰) ترانہ ملی۔

آیئے ان نظموں کا مختصر تعارف کرواتے ہیں۔

☆ ایک مکڑا اور مکھی: اس میں علامہ اقبال نے بچوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ دشمن کی خوشامد میں کبھی نہیں آنا چاہیے۔ مکڑے نے بہلا پھسلا کر مکھی کو شکار کر لیا۔

☆ نظم پہاڑ اور گلہری میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی پہاڑ کی طرح بڑا ہو یا گلہری کی طرح چھوٹا ہو، ہر ایک کی اپنی اہمیت ہے، لہٰذا نہ تو غرور میں مبتلا ہونا چاہیے اور نہ کسی کو حقیر سمجھنا چاہیے۔

نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

☆ نظم گائے اور بکری میں علامہ محمد اقبال نے بچوں کو ملاقات کے آداب بھی سکھائے ہیں اور بات کرنے کا سلیقہ بھی بتایا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ نے یہ بھی بتایا ہے کہ اپنی غلط بات پر اڑے رہنے کے بجائے اچھی اور صحیح بات کو قبول کر لینے ہی میں بڑائی ہے۔

☆ نظم بچے کی دعا اپنی سادگی، خلوص اور تاثیر کی وجہ سے علامہ محمد اقبال کی مقبول ترین نظموں میں شمار ہوتی ہے۔ اکثر اسکولوں میں صبح اسمبلی میں سب بچے مل کر دعا پڑھتے ہیں۔ ننھے منے بچوں کی زبان سے یہ دعائیہ نظم جب ترنم کے ساتھ ادا ہوتی ہے تو اسکول کے ماحول میں ایک تقدس سا چھا جاتا ہے۔ یہ نظم بچے کے دل میں اللہ سے گہری محبت، اس پر لازاول اعتماد اور نیکی پر پختہ یقین کو سامنے لاتی ہے۔ علم سے محبت کرنے، انسان کی خدمت کرنے، وطن کی عظمت کے لیے کام کرنے اور سدا نیک بننے کی تلقین کرتی ہے۔

نظم کے آخری دو شعر خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں۔

ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا

درد مندوں سے، ضعیفوں سے محبت کرنا

مرے اللہ! ہر بُرائی سے بچانا مجھ کو

نیک جو راہ ہو، اسی راہ پہ چلانا مجھ کو

☆ نظم ہمدردی میں علامہ محمد اقبال نے بچوں کو دوسروں کی خدمت کرنے اور قربانی کا سبق یوں دیا ہے:

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے

آتے ہیں جو کام دوسروں کے

☆ نظم ''ایک آرزو'' سے یہ پتا چلتا ہے کہ علامہ محمد اقبال اس زمانے کے حالات سے بہت مایوس تھے، اس لیے انھوں نے اس نظم میں ایسے حسین اور خوش گوار ماحول کی خواہش ظاہر کی ہے، جس میں رہ کر وہ آزادی اور سکون کی زندگی گزار سکیں۔ نظم میں حسین مناظر کی تصویریں علامہ اقبال نے اس عمدگی سے کھینچی ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں اس ماحول میں رہنے کی خواہش پیدا ہونے لگتی ہے۔

☆ ''ہندستانی بچوں کا گیت'' اس نظم کا مقصد بچوں کے دل میں وطن کی محبت کو بیدار کرنا ہے۔ علامہ محمد اقبال نے اس نظم میں بچوں کو وطن کی عظمت کا احساس دلایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ جو خطہ آج ہندستان کہلاتا ہے، وہ توحید اور اسلامی ثقافت کا گہوارہ رہا ہے۔

علامہ محمد اقبال نے یہ خوب صورت نظمیں آپ کے لیے لکھی ہیں۔ یہ سب نظمیں علامہ اقبال کی کتاب بانگِ درا میں شامل ہیں۔ آپ یہ کتاب پڑھیں۔ یہ سب نظمیں آپ کو بہت پسند آئیں گی۔

علامہ اقبال اپنی قوم اور اسلام کی خدمات اس طرح سرانجام دے گئے کہ آج بھی آپ زندہ و جاوید ہیں۔ ☆

میں ہوں کتاب

شریف شیوہ

علم کے چشمے میرے اندر
درسی رہبر نام ہے میرا
چاند مسخّر کرنے والے
میرے بنا تھے گونگے ، بہرے
عالم ، فاضل ، تاجر ، افسر
ناز میرا جس نے بھی اُٹھایا
پرائمری ہو وہ یا پی ایچ ڈی
چلے جو میرا ہاتھ پکڑ کر
چھائی ہوں میں اسکولوں میں
کاغذ پر مسکن ہے میرا
بجلی گھر یا ڈیم ، ٹریکٹر
علم کی کھیتی کی ہوں برکھا

حکمت کا ہوں ایک سمندر
ذہن جگانا کام ہے میرا
سب میرا دم بھرنے والے
اس دنیا کے شام سویرے
چمکے ہیں سب مجھ کو پڑھ کر
اہلِ ترقی وہ کہلایا
مجھ سے ڈوری بندھی ہے سب کی
کبھی نہیں کھاتا وہ ٹھوکر
جیسے خوشبو ہو پھولوں میں
لفظوں سے بندھن ہے میرا
مجھ سے جواں ہیں سارے منظر
سب کو پتا ہے میرے گھر کا

میرا شیوہ نور بڑھانا
تاریکی ذہنوں کی مٹانا

عقل مند کی تلاش

م۔ ندیم علیگ

بہت دنوں کی بات ہے کہ کسی ملک کے ایک انصاف پسند بادشاہ کا وزیر مر گیا۔ وہ وزیر بہت عقل مند اور نیک انسان تھا، جو بادشاہ کو رعایا کی بھلائی کے لیے اچھے مشورے دیتا تھا۔ بادشاہ اس کو بہت عزیز رکھتا تھا اور اس پر مکمل بھروسا کرتا تھا۔ بادشاہ کو اس کی موت کا بہت افسوس تھا۔ بادشاہ کو ہی نہیں اس ملک کے عوام کو بھی وزیر کی موت کا غم تھا۔

بادشاہ اپنے درباریوں میں سے کسی کو بھی اپنا وزیر بنا سکتا تھا، لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے ملک کے ہی کسی عقل مند آدمی کو وزیر بنائے گا۔ بادشاہ اپنے ایک وفادار ملازم کے ساتھ رات کو بھیس بدل کر اپنی رعایا کے حالات جاننے کے لیے نکلتا تھا۔ اس طرح وہ خود ملک کے حالات سے واقفیت حاصل کرتا تھا کہ اس کی رعایا اپنے ملک اور بادشاہ کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔

ایک بار آدھی رات کے وقت وہ شہر کی ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے ایک آدمی سے ٹکرا گیا۔

بادشاہ نے پوچھا: ”تم کون ہو اور رات کے وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟“

اس شخص نے جواب دیا: ”میں اس شہر کا ایک شریف انسان ہوں اور بے وقوفوں کو عقل مند بنانے کے گُر سکھلاتا ہوں۔ مجھے چوروں کا خوف نہیں ہے، کیوں کہ میرے پاس چوروں کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔“

بادشاہ گھوم پھر کر اپنے محل پہنچا اور دوسرے دن اس نے حکم جاری کیا کہ شہر میں رات کے وقت ہر شخص ہاتھ میں چراغ لے کر نکلا کرے۔ جو شخص ایسا نہیں کرے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی۔“

کچھ دنوں بعد بادشاہ رات کے وقت شہر کی ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ وہ ایک آدمی سے ٹکرا گیا۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے پوچھا: ''تم کون ہو اور اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''جناب! میں اس شہر کا ایک معزز آدمی ہوں اور بے وقوفوں کو عقل سکھلاتا ہوں۔''

بادشاہ نے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے، جو چند دن قبل اس سے ٹکرایا تھا۔

''کیا تم نے بادشاہ سلامت کا حکم نہیں سنا کہ رات کے وقت ہر آدمی ہاتھ میں چراغ لے کر نکلا کرے۔ تم نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل نہیں کی، اس لیے تم کو سخت سزا ملے گی۔'' بادشاہ نے غصے میں کہا۔

''جنابِ والا! میرے ہاتھ میں چراغ ہے، آپ دیکھ سکتے ہیں۔'' اس آدمی نے جواب دیا۔

''مگر یہ روشن کیوں نہیں ہے؟''

''جنابِ والا! بادشاہ سلامت کے حکم میں صرف اتنا ہے کہ ہر آدمی ہاتھ میں چراغ لے کر چلے۔ یہ حکم نہیں دیا کہ اس میں تیل بھی ہو اور وہ روشن بھی ہو۔''

بادشاہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس آدمی نے پھر کہا: ''میرا خیال ہے کہ بادشاہ کے دربار میں عقل مند وزیروں کا قحط ہے، ورنہ ایسا حکم صادر کرنے سے پہلے وہ بادشاہ سلامت کی توجہ دلاتے۔ میری دعا ہے کہ خدا ہمارے بادشاہ سلامت کو ایک عقل مند وزیر با تدبیر عطا فرمائے۔''

بادشاہ یہ بات سن کر دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا۔ وہ اس آدمی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور باتوں باتوں میں اس کے بارے میں ذاتی معلومات اس سے حاصل کر لیں۔

بادشاہ نے پوچھا: ''تمھارا پیشہ کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''جنابِ والا! میں ایک مدرسے میں استاد ہوں اور عقل مند بنانے والی دو عظیم کتابوں کا حافظ ہوں۔ اس کے علاوہ بہت ساری ایسی کتابیں پڑھ چکا ہوں جو انسان کو عقل مند بنا کر ان کو کام یاب انسان بنا سکتی ہیں۔ میرے استاد نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر کوئی آدمی گلستان اور بوستان کی حکایتوں کو سمجھ کر پڑھے اور غور کرے تو ایک دن وہ عقل مند ترین انسان بن کر کسی بادشاہ کے دربار میں جگہ پا سکتا ہے۔''

باتیں کرتے کرتے اس عقل مند انسان کا گھر آ گیا اور وہ رخصت ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کے مکان اور محلے کو ذہن نشین کر لیا اور اپنے محل میں واپس چلا گیا۔

دوسرے دن بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس عقل مند انسان کو عزت کے ساتھ ہمارے حضور پیش کیا جائے۔

بادشاہ اس کی گفتگو اور عالمانہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور اس کو اپنا وزیر
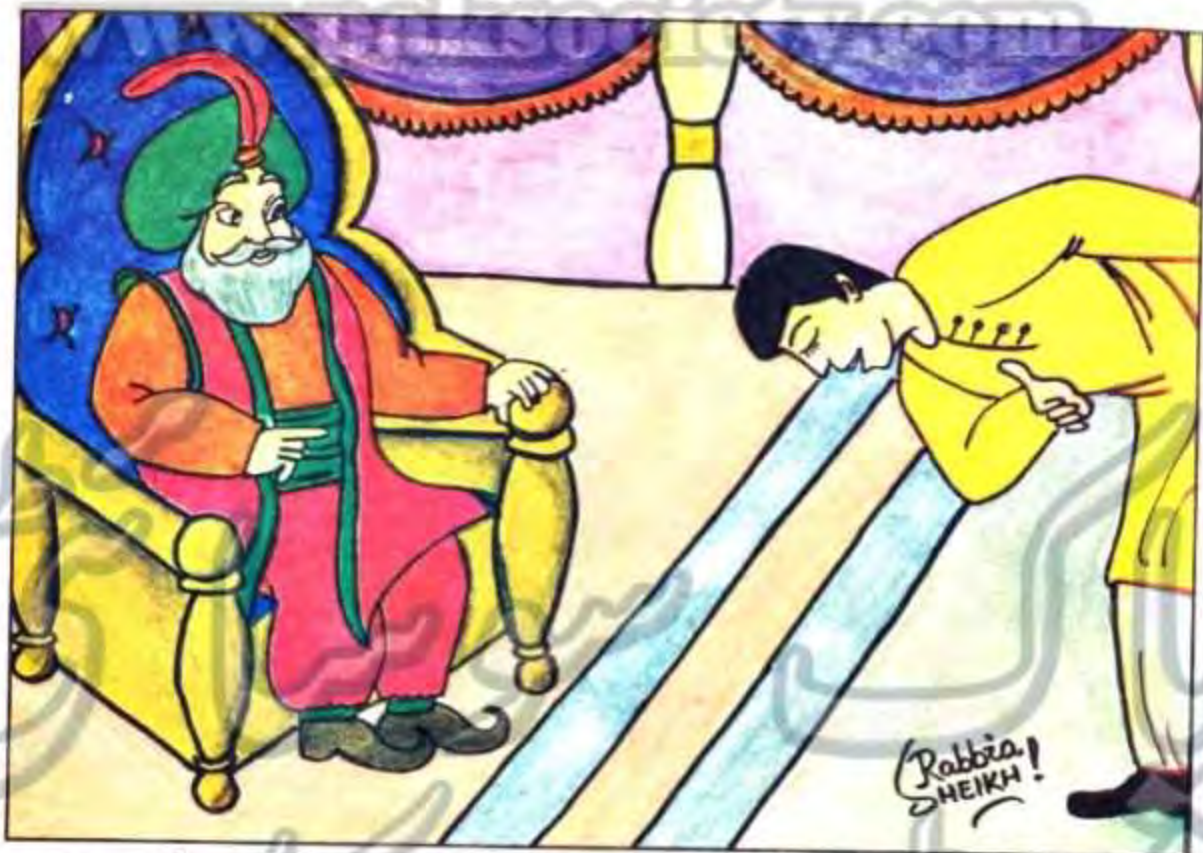
بنالیا۔ اس وزیر نے بادشاہ کو بہت اچھے اور مفید مشورے دیے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے سارے باشندوں کو مفت چراغ اور تیل فراہم کیا جائے اور گلی کوچوں میں رات کو روشنی کرنے کے لیے چراغ تھامے نوکر رکھے جائیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ استادوں کے علاوہ بھی شہر کے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ شیخ سعدی شیرازی کی کتابیں گلستان و بوستان ضرور پڑھے۔

☆......☆......☆

یہ تو ایک حکایت تھی، لیکن سچ ہے کہ دنیا کی عقل مند بنانے والی کتابوں میں گلستان بوستان بہت مشہور کتابیں ہیں اور ان کا ترجمہ دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں ہو چکا ہے۔ ان کو پڑھ کر آپ اپنی عقل و دانش میں اضافہ ضرور کر سکتے ہیں۔ ☆

نیا قیدی

م۔ص۔ایمن

رات گزر چکی تھی۔ فجر کا وقت قریب تھا۔ عبدالغنی اور ان کے گھر والے سو رہے تھے۔ اچانک ان کی آنکھ کھلی۔ انھوں نے ہڑبڑا کر دیوار پر لگی گھڑی کی جانب دیکھا، صبح کے پانچ بج رہے تھے۔

''ارے!'' وہ ہڑبڑا کر بستر سے باہر نکلے۔ اپنے بیوی بچوں کو نام لے لے کر آواز دینے لگے: ''رقیہ! صبیحہ! اُٹھو نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ اُٹھو دیر ہو گئی ہے۔''

ان کی بیٹیاں ایک ہی آواز پر بیدار ہوتی چلی گئیں۔

''میرے موبائل فون کا الارم کیوں نہیں بجا؟ آج جماعت تو نکل ہی جائے گی۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے غسل خانے میں داخل ہوئے۔

صبیحہ نے ابو کی بڑبڑاہٹ سنی تو اس نے بھی پہلے دیواری گھڑی کو دیکھا، جہاں گھڑی کا بڑا کانٹا بارہ کے ہندسے کو عبور کر چکا تھا۔ پھر فریج کے اوپر نظر ڈالی، جہاں ان کے ابا رات کے وقت موبائل فون کو ری چارج کرنے کے لیے پلگ میں لگایا کرتے تھے۔ موبائل فون وہاں نہیں تھا۔

عبدالغنی جلد ہی غسل خانے سے برآمد ہو گئے تھے۔

''ابو! آپ کا موبائل فون غائب ہے۔'' صبیحہ نے ابو کو اطلاع دی۔

''کسی کے بستر میں ہو گا...... رات کسی نے لیا ہو گا اور گیم کھیلتے کھیلتے سو گیا ہو گا۔'' طنزاً کہتے کہتے وہ وضو کرنے بیٹھ گئے۔

''نہیں ابو! میں نے خود رات کو فریج پر چارجنگ کے لیے رکھا تھا۔'' صبیحہ نے اصرار کیا۔

''اچھا چھوڑو! پہلے نماز پڑھ لو، نماز کا وقت بہت کم ہے، بعد میں سوچتی رہنا۔'' وہ بے پروائی سے بولے اور وضو شروع کر دیا۔

جماعت میں شامل ہونے کے لیے وہ تیز تیز چلنے لگے تھے، گلی کا پہلا موڑ مڑتے ہی ایک شخص ان کے قریب آیا: ''السلام علیکم جناب!''

''وعلیکم السلام'' عبدالغنی نے اپنی رفتار کم کیے بغیر اس کے سلام کا جواب دیا۔

''آپ سے ایک بات کرنی تھی۔'' وہ عبدالغنی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

''بھئی نماز کے وقت صرف نماز! باقی سارے کام، ساری باتیں نماز کے بعد۔'' وہ رُکے بغیر بولے۔

''آپ کے فائدے کی بات ہے۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''نماز سے زیادہ فائدہ کسی کام میں نہیں ہے۔'' وہ بولے: ''دین و دنیا کی بھلائی نماز میں ہے، تم بھی میرے ساتھ آؤ۔''

''وہ جی میں...... میں...... وہ ہکلایا۔''

''ہاں...... ہاں تم بھی آ جاؤ، شکر کرو پروردگار کا کہ اس نے تمھیں آج کے دن کی مہلت اور دے دی ہے اور تم زندہ سلامت بیدار ہو گئے ہو۔''

''آپ نماز پڑھ آئیں، میں آپ کا انتظار کر لوں گا۔'' کہتے ہوئے وہ اپنی رفتار دھیمی کرتے ہوئے ان سے پیچھے رہ گیا۔

عبدالغنی کا شمار قلیل تنخواہ پا کر صبر و شکر کرنے والے افراد میں ہوتا تھا۔ سرکاری ملازم تھے۔ نئی آبادی میں رہتے تھے۔ زیادہ تر مکانات کچے ہی تھے۔

عبدالغنی مسجد سے باہر نکلے تو وہ شخص تیر کی طرح ان کے قریب آیا۔ وہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حد بے چین نظر آ رہا تھا۔

''اب تو میری بات سن لیں...... آپ کے فائدے کی بات ہے۔'' وہ بولا۔

''کہو، کیا بات ہے؟'' عبدالغنی نے بے نیازی سے کہا۔ وہ ایسے شخص کو منھ نہیں لگاتے تھے، جو نماز کے وقت مسجد سے باہر ملے اور نماز کے لیے جانے والے کو راستے میں روکے، لیکن وہ سوچ رہے تھے کہ اس قدر صبح ہی صبح وہ کیا کہنا چاہتا ہے کہ جب تک وہ مسجد میں رہے وہ باہر انتظار کرتا رہا۔ اسے عبدالغنی نے آج پہلی بار دیکھا تھا۔

''آپ کے گھر جو چوری ہوئی ہے اس کے متعلق......''

اس نے بات شروع ہی کی تھی کہ عبدالغنی نے چونک کر اس کی بات کاٹی:

''کب......؟ میرے گھر کب چوری ہوئی ہے؟''

''کیا......؟ آپ کو نہیں معلوم؟'' اس نے بھی حیرانی کا مظاہرہ کیا۔

''نہیں، اللہ کا شکر ہے، مجھے اس ذات بے نیاز نے چوروں سے محفوظ رکھا ہے۔'' وہ بولے۔

''عجیب آدمی ہیں آپ بھی۔ آپ کے گھر سے چور قیمتی سامان لے گیا اور آپ کو کچھ علم ہی نہیں ہے۔'' وہ حیرت سے بولا۔

''میں تم سے سن رہا ہوں، مجھے واقعی نہیں معلوم کہ میرے گھر چوری ہوئی ہے۔'' وہ فکر مند لہجے میں بولے۔

''بہر حال آپ فکر نہ کریں، آپ کا مال آپ کو مل جائے گا۔ اتفاق کی بات ہے کہ میں نے اسے آپ کے گھر کی دیوار پر دیکھ لیا ہے۔''

پھر اس نے عبدالغنی سے وعدہ لیا کہ وہ کسی کے سامنے میرا نام نہیں لیں گے۔ میں شریف آدمی ہوں، پولیس کچہریوں سے ڈرتا ہے۔

وہ شخص پھر بولا: ''میں رات کی ڈیوٹی دے کر گھر آ رہا تھا کہ میں نے دیکھا آپ

کی چھت پر ایک آدمی چل رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں کچھ سامان تھا اور دوسرے ہاتھ میں پستول تھا۔ پستول دیکھ کر میں تو ڈر گیا اور فوراً ایک دیوار کی آڑ میں ہو گیا، کیوں کہ ایسے لوگ خود کو دیکھ لینے والے کو، اپنے خلاف گواہی دینے کے لیے زندہ نہیں چھوڑتے، دیکھتے ہی دیکھتے وہ آپ کی چھت سے برابر والی چھت پر گیا ہے۔'' اس نے عبدالغنی کے گھر سے ملی ہوئی چھت کی جانب اشارہ کیا۔

''یہ تو پیش امام صاحب کا گھر ہے۔'' عبدالغنی حیرت سے بولے: ''اور وہ خود اس وقت مسجد میں ہیں...... میں ان کے پیچھے نماز پڑھ کر آ رہا ہوں۔''

''مجھے نہیں معلوم کہ یہ کس کا گھر ہے، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے گھر کا چوری شدہ مال اسی گھر میں ہے۔ اگر آپ کو اپنا مال واپس چاہیے تو دیر کیے بغیر پولیس کو اطلاع دیں، چور پکڑا جائے یا بھاگ جائے۔ آپ کا مال آپ کو واپس مل جائے گا۔ دیر کریں گے تو نہیں ملے گا۔''

عبدالغنی کو اچانک یاد آیا کہ اس کے موبائل فون کا الارم نہ بجنے کی وجہ یہی ہو گی کہ وہ چور لے گیا ہے۔ ان کی بیٹی بھی یہی کہہ رہی تھی کہ موبائل فون فریج پر چارجنگ پر لگا تھا اب نہیں ہے۔ یہ خیال آتے ہی ان کی سمجھ میں ساری بات آ گئی، وہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جانے لگے تو وہ پھر بولا: ''کسی کے سامنے میرا ذکر نہ کیجیے گا۔''

عبدالغنی گھر آئے تو سب کے فکر مند چہرے اس خبر کی تصدیق کر رہے تھے۔

''ابو! ہمارے گھر چوری ہو گئی ہے۔'' رقیہ نے کہہ دیا۔ اس کا خیال تھا کہ ابو یہ بات سن کر چونکیں گے، پریشان ہوں گے، لیکن عبدالغنی کے اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون'' عبدالغنی نے کامل اطمینان سے کہا گویا وہ اس خبر کے لیے پہلے سے تیار تھے۔ پھر بولے: ''کسی کی چوری ہو جائے تو فوراً ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنا

چاہیے۔ اللہ رب العزت صبر عطا فرماتا ہے اور اس سے بہتر عطا فرماتا ہے، ویسے کیا کیا چیز چوری ہوئی ہے؟''

صبیحہ بولی: ''ابو! آپ کا اور بھائی کا موبائل فون چارجر سمیت، غسل خانے میں ٹنگے ہوئے، الگنی پر پھیلے ہوئے کپڑے جو دھو کر سکھانے کے لیے ڈال رکھے تھے میرا اور آپ کا پرس، جو چیزیں سامنے تھیں، چور لے گیا۔''

''چلو تم سب ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنا شروع کر دو، اللہ کو منظور ہوا تو ہمارا مال ہمیں ضرور ملے گا۔'' عبدالغنی انھیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے بولے اور تھانے چلے گئے۔

پولیس جلد ہی آ گئی۔

گلی میں چہل پہل شروع ہو گئی تھی۔ اسکول جانے والے بچے اسکول جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ جونہی پولیس کی موبائل وین گلی میں داخل ہوئی اور اس میں عبدالغنی کو دکھائی دیے تو گلی میں موجود محلہ دار اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

پولیس کے سپاہی عبدالغنی کے گھر داخل ہوئے موقع واردات کا معائنہ کیا اور عبدالغنی سے پوچھا کہ کوئی اہم بات؟ عبدالغنی بولے کہ اس کے پڑوس میں مسجد کے پیش امام صاحب رہتے ہیں۔ بہت شریف اور اللہ والے آدمی ہیں۔ مجھے ایک راہ گیر نے بتایا ہے کہ چور سامان ان کے گھر پھینک گیا ہے۔

پولیس پارٹی کے انچارج نے اپنی ٹیم کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور سارے کے سارے اہلکار عبدالغنی کے گھر سے نکل گئے۔

پیش امام صاحب کے دروازے پر دستک دی گئی۔ وہ خود سامنے آئے۔

''آپ کے گھر کی تلاشی لینا ہے۔'' ایس ایچ او بولا۔

''کیوں جناب! کس سلسلے میں؟'' پیش امام صاحب نے ان کے ساتھ کھڑے اپنے پڑوسی عبدالغنی کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ابھی پتا چل جائے گا۔'' ایس ایچ او بولا: ''آپ اہلِ خانہ کو ایک جانب کریں ہم تلاشی لیں گے۔''

پیش امام صاحب نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ وہ سب ایک کمرے میں ہو جائیں، کچھ لوگ آ رہے ہیں۔

پولیس پارٹی پیش امام صاحب کے گھر داخل ہوئی۔ ان کے ساتھ ساتھ عبدالغنی بھی۔ پہلے کمرے سے پولیس کو الماری کے اوپر رکھا ہوا ایک پستول مل گیا۔ ایس ایچ او نے اس کا لائسنس طلب کیا، جو پیش امام صاحب نہ دے سکے۔ پیش امام صاحب نے کوئی بات کرنے کی کوشش کی تو ایس ایچ او بولا: ''آپ کوئی بات نہیں کریں گے۔ ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔''

ایس ایچ او نے پستول کو احتیاط کے ساتھ ایک رومال میں لپیٹ کر ایک سپاہی کے حوالے کیا، تاکہ اس پر لگے اُنگلیوں کے نشانات ضائع نہ ہونے پائیں۔

پیش امام صاحب چپ ہو گئے۔

خواتین کو دوسرے کمرے میں جمع کر کے اس کمرے کی تلاشی لے لی گئی جس میں خواتین پہلے موجود تھیں تاہم ایک بغیر لائسنس ریوالور کے علاوہ پولیس پارٹی کو ان کے گھر سے مزید کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ملی۔ چناں چہ سب کے سب واپس ہوئے۔ ایس ایچ او نے پیش امام صاحب سے کہا: ''غیر قانونی اسلحہ گھر میں رکھنے کے جرم میں آپ کو بھی تھانے ساتھ چلنا ہوگا۔''

ایس ایچ او نے دیکھا۔ داخلی دروازے کے پیچھے ہی ایک گھڑی پڑی تھی جو انھیں

اندر آتے وقت دکھائی نہیں دی تھی یا توجہ حاصل نہ کر سکی تھی۔

گٹھڑی کھولی گئی۔ اس میں کئی موبائل فون تھے، پہننے کے کپڑوں کے علاوہ جوتے بھی تھے۔ اس میں سے برآمد ہونے والی ہر چیز عبدالغنی کے گھر کی تھی۔ انھوں نے کہا: ''واقعی چور گھبراہٹ میں ہمارا سامان امام صاحب کے گھر ڈال کر بھاگ گیا ہے۔''

پیش امام صاحب نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو ایس ایچ او بولا: ''مولوی صاحب! یہ پستول عبدالغنی کا نہیں اور آپ کا بھی نہیں ہے، پھر یہ آپ کے گھر کیسے آیا؟ اس بات کا جواب آپ کو عدالت میں ہی دینا ہوگا، فی الحال ضروری کارروائی کے لیے ہم آپ کو اپنے ساتھ تھانے لے جائیں گے۔''

پولیس پارٹی کے ساتھ ساتھ چند محلے دار بھی پیش امام صاحب کے گھر آگئے تھے ان کے سامنے پیش امام صاحب مزید شرمندہ ہوئے۔ وہ اپنی صفائی میں کچھ کہہ بھی نہ سکے۔

مولوی صاحب بالکل خاموش ہو چکے تھے، حتیٰ کہ جب ان پر فردِ جرم عائد کی گئی تب بھی وہ کچھ نہ بولے۔ آخر اس مقدمے کا فیصلہ مولوی صاحب کی قید پر ہی ہوا، کیوں کہ پستول برآمد ہوا تھا، اس کا مالک بھی سامنے نہیں آیا تھا۔ اس پستول کے دستے پر مولوی صاحب کی انگلیوں کے نشان موجود تھے، جو انھیں مجرم ثابت کر رہے تھے۔

☆☆☆

مولوی صاحب نیک شخص تھے۔ وہ جیل میں بھی باقاعدگی سے نماز باجماعت ادا کرتے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے۔ تمام قیدیوں کو نیکی اور راست گوئی کی نصیحت کرتے۔ روزانہ ہی ان کی امامت میں ادا کی جانے والی نماز میں نئے نمازی قیدیوں کا اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے میں جیل کے غیر مسلم قیدیوں کے علاوہ

تمام مسلمان قیدی فجر کی نماز کے بعد صبح سورج نکلنے تک تلاوت بھی کرنے لگے تھے۔ تمام قیدیوں میں بھائی چارہ اور یگانگت پیدا ہوگئی تھی۔ اکھڑ مزاج قیدی بھی مولوی صاحب کی نصیحتوں پر عمل کرنے لگے تھے۔ قلیل عرصے میں جیل خانہ کسی مدرسے کا نقشہ پیش کرنے لگا تھا۔ جیل کا عملہ جو پہلے اکثر قیدیوں کی آپس کی لڑائیوں کے درمیان اُلجھا رہتا تھا، وہ بھی حیران تھا کہ مولوی صاحب نے کس طرح ان سب کو اپنی مرید بنا لیا ہے۔ کوئی کسی کی بات کا بُرا نہیں مناتا۔ نہ صرف یہ، بلکہ جیل کا عملہ کسی قیدی سے کچھ کہتا تو وہ قیدی بے چوں وچرا اس کی ہدایت پر عمل کرتا۔

دن بھر قیدی مشقت کرتے اور رات کو انھیں کھولیوں میں داخل کر کے تالا لگایا جاتا تھا۔ تاہم فجر کی نماز سے قبل انھیں جگا دیا جاتا تھا۔ ظاہر ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ کوئی قید خانہ ہے۔

داروغہ سوچتے کہ اتنے بگڑے ہوئے لوگوں کو مولوی صاحب نے ٹھیک کر دیا ہے۔ یہ اتنے نیک آدمی ہیں تو غیر قانونی اسلحہ کیوں گھر میں رکھا ہوا تھا۔ ان سے پوچھتے تو وہ جواب دینے کے بجائے مسکرا کر کسی دوسری جانب چل دیتے۔ گویا اس بات کا جواب دینا ہی نہ چاہتے ہوں۔

داروغہ نے حقیقت معلوم کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن انھیں مایوسی ہی ہوئی، انھوں نے مختلف قیدیوں سے کہا کہ کسی طرح وہ مولوی صاحب سے یہ پوچھیں کہ وہ جیل کس طرح اور کس جرم میں آئے ہیں؟ لیکن کوئی بھی قیدی مولوی صاحب سے یہ راز اُگلوانے میں کام یاب نہ ہوسکا۔ مولوی صاحب اس بات کو بڑی خوب صورتی سے ٹال جاتے اور دوسری کوئی بات شروع کر دیتے۔

جاری ہے
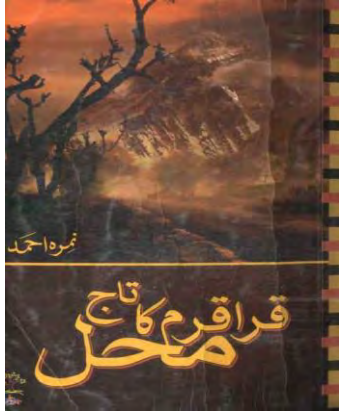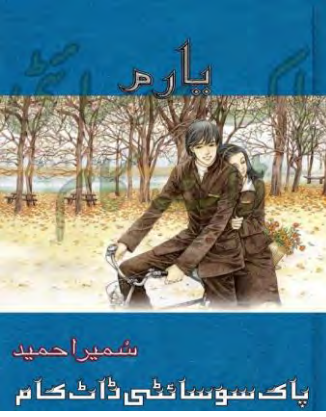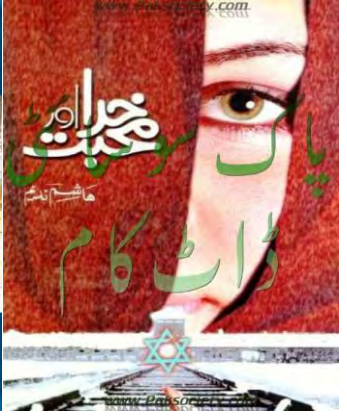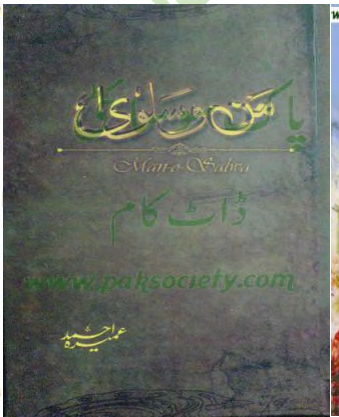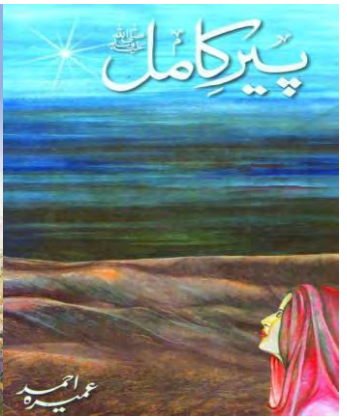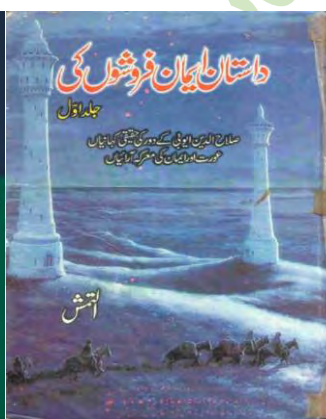
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے فلاحی کاموں کا ایک حصہ ہے۔
ہر مہینے پورے پاکستان میں ہزاروں مریضوں کا فری چیک اپ کر کے فری دوائیاں دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں کراچی، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، حیدرآباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریضوں کا علاج کرتی ہیں۔

کراچی: غازی آباد، گلشن بہار، اورنگی نمبر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نیو کراچی سیکٹر D-11، سیکٹر F-11، نئی آبادی، یوسف گوٹھ، لیاری ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نمبر 2، کورنگی سو کوارٹرز، کورنگی نمبر 4، ونگی گوٹھ، محمود آباد، عمر گوٹھ، ایوب گوٹھ، مدرسہ انوارالایمان، سلطان آباد، مدرسہ منبع العلوم، وھیل کالونی، اکبر گراؤنڈ، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 3، شفیع محلہ (لال مسجد)، نور شاہ محلہ، مواچھ گوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 7، مشرف کالونی بلاک سی، ایف، ای اور اے روڈ، لیاقت آباد پیلی کوٹھی، کوثر نیازی کالونی، مجید کالونی اور ریلیر۔ (کراچی کے لیے چھے گاڑیاں خدمت پر مامور ہیں)

حیدرآباد: حالی روڈ، سبزی منڈی، نورانی بستی پھلیلی پار، حسینی چوک، پریٹ آباد، ایوب کالونی لطیف آباد نمبر 11 اور محمدی مسجد لطیف آباد نمبر 8۔

سکھر: ڈبہ روڈ پرانا سکھر، بیراج کالونی، علی واحن اور روہڑی۔

لاہور: طیبہ کالونی، شرقپور لاہور روڈ، بھوگی وال، بندر روڈ، خانقاہ سید احمد شہید نزد مدرسہ اللبنات، چھٹہ کالونی، گوشہ شفا اسپتال، جامعتہ المنظور السلام، نیاز بیگ ٹھوکر، فرخ آباد، شاہدرہ، ٹاؤن شپ، پٹھان کالونی، شبلی ٹاؤن، شیرا گوٹھ، شاہ پور کانجرہ،

مغل پورہ، چنگی امر سدھو، سکھ پورہ، شیرا کوٹ بند روڈ اور طالب گنج شیر کالونی رائیونڈ۔
فیصل آباد : ڈی ٹائپ، منصورہ آباد اور ماڈل بازار (جھنگ روڈ)۔
سرگودھا: حیدر آباد ٹاؤن، حاجی کالونی، چک، فاطمہ جناح کالونی، بشیر کالونی اور عبداللہ کالونی۔
ملتان : خیر پور بھٹہ اور علی والا، موضع بوئے والا اور موضع گلزار پور۔
راولپنڈی: ڈھوک حسو، بنگش کالونی، اسلامک یونی ورسٹی، حفصا کالونی، ڈھوک بنارس احمد آباد، حیال، اشرف کالونی، ڈھوک چوہدریاں، غریب آباد، رحمت آباد اور ڈھوک منگٹال کونسل نمبر 652۔
پشاور: باریزئی، بلکزائی، تہکال بالا، ثمر باغ، خزانہ بالا اور ریگی۔
کوئٹہ: فیروز آباد، پشتون آباد، سروے گلی نمبر 4، کاکڑ آباد، بوسہ منڈی، خروٹ آباد کلی جیو، سبزل روڈ، مغربی بائی پاس، جامعہ مدینہ سریاب اور شاہدہ غفور باغ۔
راولاکوٹ: چھڑھ بازار، چھوٹا گلہ شہر، چک بازار، چھوٹا گلہ مہرانگلہ، چھڑھ عید گاہ، راولاکوٹ سٹی، پوٹھی سیکٹر اور چھوٹا گلہ گاؤں۔

☆ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں پیر تا ہفتہ صبح ساڑھے آٹھ بجے سے دو بجے تک اپنی ڈیوٹی انجام دیتی ہیں اور جمعے کو دن کے بارہ بجے تک اپنی ڈیوٹی ادا کرتی ہیں۔

☆ ادارۂ ہمدرد کے تمام قارئین خود بھی فری موبائل ڈسپنسری سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور دوسرے مستحق لوگوں کو بھی ہماری خدمات سے آگاہ کر سکتے ہیں، تا کہ اس فلاحی ڈسپنسری سے دوسرے غریب مریض بھی فائدہ حاصل کر سکیں۔ وہ ہمیں اپنی مفید رائے سے بھی آگاہ کر سکتے ہیں، تا کہ ہمدرد فاؤنڈیشن اس فلاحی کام کو مزید بہتر طریقے سے انجام دینے کی کوشش کرے۔ ☆

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

عام سال

عام الفیل سے مراد سنہ ۵۷۰ عیسوی کا وہ سال ہے جب یمن کے حاکم ابراہہ نے ہاتھیوں کا ایک لشکر لے کر کعبہ شریف کو گرانے کی بُری نیت سے مکہ پر چڑھائی کی تھی۔ اللہ کے حکم سے ابابیلوں (چھوٹی چڑیاں، جن کے پَر سیاہ اور سینہ سفید ہوتا ہے) نے ابراہہ کے لشکر اور ہاتھیوں پر کنکریاں برسائیں، جس سے اس کا لشکر تباہ ہو گیا۔ فیل عربی زبان میں ہاتھی اور عام سے مراد سال ہے۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں بھی آیا ہے۔

عام الحزن سے مراد غم کا سال ہے۔ یہ نبوت کا دسواں سال تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کے بعد ایک، دو صدمات برداشت کرنے پڑے۔ پہلے نبی کریمؐ کے چچا ابو طالب وفات پا گئے۔ انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، مگر اسلام کی تبلیغ میں نبی کریمؐ کی بے حد مدد کی۔

دوسرا صدمہ نبی کریمؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی وفات کا ہے۔ نبی کریمؐ کی تمام ازواج (زوجہ کی جمع) کو اُمت کی مائیں کہا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں نبی کریمؐ کی بے حد مدد کی تھی۔

عام الوفود سے مراد، وفد کا سال ہے۔ ۹ ہجری میں مکہ کے باقی کفار نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ عرب کے دیگر علاقوں سے لوگ جوق در جوق نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اس سال کو عام الوفود یعنی وفود کا سال کہا گیا۔ اس موقع پر سورۃ نصر نازل ہوئی۔

رسالے کا نام

آل انڈیا ریڈیو (دہلی) کے ریڈیو پروگرام سے متعلق پندرہ روزہ رسالے کا آغاز ہوا تو مشہور شاعر اسرارالحق مجاز نے اس کا نام ''آواز'' تجویز کیا۔

۱۷-اگست ۱۹۴۸ء کو ریڈیو پاکستان کراچی کا افتتاح ہوا اور اسی روز ریڈیو پاکستان نے اپنا ترجمان ماہ نامہ بھی جاری کیا جس کے مدیر نامور افسانہ نگار غلام عباس تھے۔ عجب اتفاق ہے، ریڈیو پاکستان نے اپنے ماہ نامے رسالے کے لیے نام ''آہنگ'' تجویز کیا، جو اسرارالحق مجاز کے ایک شعری مجموعے کا نام ہے۔ آہنگ آج بھی ریڈیو پاکستان کراچی کے شعبہ مطبوعات سے شائع ہوتا ہے۔

سال گرہ کے قریب

جسٹس (ر) [illegible] اقبال کا انتقال محض اپنی سال گرہ سے دو دن پہلے ۳-اکتوبر ۲۰۱۵ء کو ہوا۔ وہ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کے صاحب زادے تھے۔ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے سینئر جج بھی رہے۔ انھوں نے کئی کتابیں بھی لکھیں۔ ان کی پیدائش ۵-اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ہوئی تھی۔

سنہ ۱۹۷۰ء کی دھائی میں امریکا میں نیویارک پولیس کے بارے میں ٹیلے ویژن سے جرم وسزا پر مبنی ایک ڈراما سیریز ''کوجیک'' (KOJAC) پیش کی جاتی تھی۔ اس میں پولیس چیف کوجیک کا کردار مشہور اداکار ٹیلی سیوے لاس (TELLY SAVALAS) نے ادا کیا تھا۔ وہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۲ء کو نیویارک میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی سالگرہ کے اگلے دن ۲۲ جنوری ۱۹۹۴ء کو ان کا انتقال کیلے فورنیا میں ہوا۔ بعد میں یہ ڈراما سیریز پاکستان ٹیلے ویژن سے بھی دکھائی گئی۔

گلیلی (GALILEE)

''گلیلی'' شمالی فلسطین کا ایک پہاڑی علاقہ ہے، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن یہیں گزرا تھا۔

گلیلی شمال مشرقی اسرائیل میں موجود تیرہ میل لمبی جھیل کا نام بھی ہے۔

گلیلیو گلیلی، جدید سائنس کے بانی اور مشہور ماہر فلکیات تھے، جو ۱۵۶۴ء میں اٹلی کے شہر پیسا (PISA) میں پیدا ہوئے۔ بعد میں پیسا یونی ورسٹی کے استاد مقرر ہوئے۔ گلیلیو نے زمین کو نظامِ شمسی کا مرکز ماننے سے انکار کر دیا تھا، جس پر عیسائی مذہبی رہ نما ان سے ناراض ہو گئے اور انھیں قید کر دیا گیا۔ وہ دوربین اور خوردبین سمیت کئی ایجادات کے موجد ہیں۔ ان کا انتقال ۱۶۴۲ء میں فلورنس میں ہوا۔

شہر جلانے والے

تاریخ میں پورے شہر کو جلا ڈالنے والا ایک ظالم کردار روم کا بادشاہ نیرو (NERO) ہے۔ وہ ۳۷ء میں پیدا ہوا۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے روم کو جلا کر بعد میں ایک نیا اور جدید شہر بنایا تھا۔ روم کو جلانے کے دوران زندہ انسان بھی جل کر مر گئے تھے۔ بعد میں اس کے خلاف بغاوت ہوئی تو اس نے ۶۸ء میں خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔

سلطنتِ غوری کے بانی علاء الدین غوری کو ''علاء الدین جہاں سوز'' بھی کہا جاتا ہے۔ جب غزنوی خاندان سے ان کی ناراضی ہوئی تو انھوں نے غزنی شہر کو تہس نہس کر ڈالا اور جلا کر راکھ کر دیا۔ اس نے غوری سلطنت کی بنیاد ۱۱۵۰ء میں رکھی تھی، جو ۱۲۰۶ء تک جاری رہی۔

☆

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

راز کی بات

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

پانچویں اموی خلیفہ عبدالمالک بن مروان کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''آپ سے کچھ راز کی بات کہنا چاہتا ہوں۔''

عبدالمالک نے اپنے مصاحبوں سے جانے کے لیے کہا۔ وہ سب لوگ اُٹھ گئے تو آپ نے اس شخص سے کہا: ''دیکھو! میری تعریف نہ کرنا، میں اپنے آپ کو خوب پہچانتا ہوں۔ مجھ سے جھوٹ نہ بولنا، جھوٹا بغیر سزا پائے میرے پاس سے بچ کر نہیں جا سکتا اور نہ کسی کی غیبت کرنا، کیوں کہ چغل خوری بہت بڑا جرم ہے۔ اب کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔''

اس شخص نے کچھ کہے بغیر اجازت لی اور اُٹھ کر چلا گیا۔

قاضی کا جواب

مرسلہ : عائشہ صدیقہ، دستگیر

بلخ کے قاضی ابو عبداللہ کو کسی عالم نے ناراض ہو کر نہایت بُرا خط لکھا۔ اس خط میں قاضی پر لعنت، ملامت اور گالیاں لکھی گئی تھیں۔ عقل مند اور برداشت کرنے والے قاضی نے خط پڑھا اور جواب میں چند سطریں لکھ کر بیس سیر صابن روانہ کر دیا۔ قاضی نے اپنے خط میں لکھا تھا: ''آپ کا خط موصول ہوا۔ نہایت عمدہ بیس سیر صابن ارسال ہیں۔ اس سے اپنی زبان، قلم اور نامۂ اعمال دھونے کا کام لیجیے اور اگر یہ ناکافی ہو تو لکھیے، تاکہ مزید صابن روانہ کر دیا جائے۔''

یاد رکھیے

مرسلہ : افرح صدیقی، کورنگی

☆ بدصورت چہرہ، بدصورت دماغ سے

بہتر ہے۔

☆ ٹوٹی ہوئی دوستی جُڑ تو سکتی ہے، لیکن نشان رہ جاتا ہے۔

☆ اچھا سوال، آدھا علم ہے۔

☆ دنیا میں صرف ان لوگوں کی عزت ہوتی ہے، جنھوں نے اُستادوں کا احترام کیا۔

☆ دنیا میں نیک کام کر کے مرجانا، آبِ حیات پینے سے بہتر ہے۔

☆ جو شخص اپنے خلوص کی قسمیں کھائے، اس پر کبھی اعتماد نہ کرو۔

☆ انسان کو بادِ صبا کی طرح ہونا چاہیے کہ ہر کوئی اس کے آنے کا انتظار کرے۔

☆ انسان کا ماضی تو گزر جاتا ہے، لیکن مستقبل ہمیشہ محفوظ رہتا ہے۔

تعلیم

مرسلہ : سمیعہ توقیر، کراچی

قائدِ اعظم نے فرمایا: ''تعلیم پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دنیا اتنی تیزی سے ترقی کر رہی ہے کہ تعلیمی میدان میں ترقی کیے بغیر ہم نہ صرف اقوامِ عالم سے پیچھے رہ جائیں گے، بلکہ ہوسکتا ہے کہ ہمارا نام و نشان ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔''

غلافِ خانہ کعبہ

مرسلہ : محمد منیر نواز، ناظم آباد

۱) خانہ کعبہ کا غلاف ہر سال ذی الحج کے مہینے میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

۲) اس کی قیمت تقریباً دو کروڑ ریال ہے۔

۳) اس کا وزن ۶۷۰ کلوگرام ہے۔

۴) یہ خالص ریشم کے کپڑے سے تیار ہوتا ہے۔

۵) اس کی تیاری میں ۱۵۰ کلوگرام خالص سونا، چاندی لگتا ہے۔

۶) اس کا سائز ۶۵۸ مربع میٹر ہے۔

۷) یہ ۴۷ حصوں پہ مشتمل ہوتا ہے۔

۸) ہر حصہ ۱۴ میٹر لمبا اور ۹۵ سینٹی میٹر چوڑا ہے۔

۹) اس کو تبدیل کرنے میں تقریباً ۴ گھنٹے کا وقت لگتا ہے۔

ایک مثالی بچہ

شاعر : فردوس گیاوی

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری

ایک مثالی بچہ بن
جھوٹ سے بچ اور سچا بن
بُروں کی سنگت کبھی نہ کر
اچھا بن تُو اچھا بن
پڑھنے میں تُو دھیان لگا
پیار کریں سب، ایسا بن
اپنے بڑوں کی عزت کر
بچوں میں تُو دانا بن
تیرا نام ہو ہر لب پر
دنیا میں تُو ایسا بن
دعا سدا ماں باپ کی لے
ان کے لیے تُو گہنا بن
دل سے دعا فردوس کی ہے
دونوں جہاں کا پیارا بن

خاموشی

مرسلہ : عاقب خان جدون، ایبٹ آباد

ہندستان کی تحریکِ آزادی کے بڑے رہنما مہاتما گاندھی نے اپنے گھر کی دیوار پر یہ عبارت لکھوائی تھی: ''اگر تم حق پر ہو تو تمھیں شور مچانے کی ضرورت نہیں اور اگر تم غلطی پر ہو تو خاموشی تمھارے لیے بہتر ہے۔''

نشانِ حیدر

مرسلہ : سمیرہ بتول اللہ بخش سعیدی، پریٹ آباد

نشانِ حیدر پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز ہے اور برطانوی فوجی اعزاز ''وکٹوریہ کراس'' کے برابر ہے۔ اسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہ اعزاز اب تک مسلح افواج کے دس جوانوں کو مل چکا ہے۔ دس میں سے نو کا تعلق بری فوج سے تھا اور ایک راشد منہاس کا تعلق پاک فضائیہ سے تھا۔ نشانِ حیدر کا اعزاز حاصل کرنے والا شخص اپنے نام کے ساتھ نشانِ حیدر (NH) لکھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ زندہ ہو۔ نشانِ حیدر آج تک کسی زندہ شخصیت کو نہیں ملا۔

سیب کا رس

مرسلہ : نادیہ اقبال، لانڈھی

مشہور ادیب ہنری مر نے ایک مرتبہ

پیرس میں کسی دکان پر سیب کا رس پیا۔ گلاس لوٹاتے ہوئے اس نے دکان دار سے پوچھا:

''تم دن بھر کتنے سیبوں کا رس بیچ لیتے ہو؟''

''تقریباً ایک من سیبوں کا۔''

دکان دار نے بتایا۔

''میں تمھیں ایک مشورہ دیتا ہوں، جس پر عمل کر کے تم تقریباً دو من سیبوں کا رس بیچ سکتے ہو۔'' ہنری نے کہا۔

''کیسے؟'' دکان دار بے قرار ہو گیا۔

''گلاس پورا بھر کر دیا کرو۔''

تقریر

مرسلہ : محمد حماد، کورنگی

''تقریر'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی گفتگو، بیان، بحث و مباحثہ، وعظ اور تذکرہ کے ہیں۔ کوئی خاص بات، موزوں الفاظ میں، مناسب انداز سے کہنا ہی فنِ خطابت ہے۔ تقریر کی صلاحیت ایک قوت ہے۔ جس کو اس فن میں کمال حاصل ہو، اسے اللہ پاک کی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس کو اللہ کی مخلوق کے فائدے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ اپنی زبان اور قلم کو آگ بھڑکانے کے لیے نہیں، بلکہ بجھانے کے لیے استعمال کریجیے۔

معلومات عامہ

مرسلہ : محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی

☆ پتنگ بازی کے کھیل کی ابتدا چین سے ہوئی۔

☆ پاکستان کا سب سے پہلا ٹکٹ ۹ جولائی ۱۹۴۸ء کو تیار ہوا۔

☆ پرندوں میں کوا اور طوطا ذہین پرندے مانے جاتے ہیں۔

☆ ریچھ درخت پر اُلٹا ہو کر چڑھتا ہے۔

☆ کتا وہ جانور ہے، جس کی زبان پر پسینا آتا ہے۔

☆ بندر کے دو دماغ ہوتے ہیں اور اسے انسانوں کی طرح زکام بھی ہوتا ہے۔

☆ سانپ کھائے پیے بغیر دو سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔

☆ اپنی پہلی ہی اشاعت میں سب سے زیادہ چھپنے والا ناول ''ہیری پوٹر'' ہے۔ ☆

وزن اُٹھانے کا صحیح طریقہ

مسعود احمد برکاتی

اکثر لوگ وزن اُٹھانے سے گریز کرتے ہیں، کیوں کہ اس کی وجہ سے ان کی پیٹھ یا کمر میں تکلیف ہو جاتی ہے۔ یہ شکایت جسمانی طور پر مضبوط افراد کو بھی ہو جاتی ہے۔ ذیل میں وزنی چیزیں اُٹھانے کے بارے میں چند مفید اور آزمودہ طریقے پیش کیے جا رہے ہیں۔

زمین سے وزن اُٹھاتے وقت

صحیح

غلط

(۱) اپنے گھٹنوں کو اس طرح جھکائیے کہ آپ کی کمر نہ جھکے۔
(۲) وزن کو اس طرح اُٹھائیے کہ جھکے ہوئے گھٹنے سیدھے ہوتے جائیں اور وزن آپ کے جسم سے قریب رہے۔

بھاری صندوق اُٹھاتے وقت

صحیح

غلط

(۱) کمر کو سیدھا رکھیے اور گھٹنوں کو جھکائیے۔
(۲) صندوق یا سوٹ کیس کا ہینڈل پکڑ لیجیے۔

(۳) صندوق یا سوٹ کیس کو اس طرح اُٹھائیے کہ گھٹنے سیدھے ہوتے چلے جائیں اور کمر سیدھی رہے۔

کندھے سے اونچے مقام پر رکھی ہوئی چیزیں اُٹھاتے وقت

غلط

صحیح

(۱) بلندی سے سامان نیچے اُتارنے کے لیے محفوظ اور چھوٹی سیڑھی استعمال کیجیے۔

(۲) وزنی چیز کو کندھے کے برابر رکھتے ہوئے اپنی طرف کھسکائیے۔

(۳) کمر بالکل سیدھی رکھیے اور وزنی چیز کو اپنے جسم کے قریب لا کر پکڑ لیجیے۔

(۴) سیڑھی سے احتیاط کے ساتھ نیچے اُتر آئیے۔

میز سے بوجھ اُٹھاتے وقت

غلط

صحیح

(۱) گھٹنوں کو جھکائیے۔

(۲) بوجھ کو اپنی طرف کھینچیے۔

(۳) کمر کو سیدھا رکھ کر بوجھ اُٹھائیے۔

پانی بھری بالٹیاں اُٹھاتے وقت

غلط

صحیح

(۱) وزن کو تقسیم اور متوازن کرنے کے لیے دو بالٹیاں استعمال کیجیے۔
(۲) گھٹنوں کو جھکائیے، کمر سیدھی رکھیے۔
(۳) گھٹنوں کو سیدھا کرتے ہوئے بوجھ اُٹھائیے۔

کار کی ڈکّی سے وزنی چیزیں اُٹھاتے وقت

غلط

صحیح

(۱) اگر سامان کا سائز بڑا ہو تو اس کو دو حصوں میں تقسیم کر لیجیے یا ایک اور شخص کی مدد حاصل کیجیے۔
(۲) گھٹنوں کو جھکائیے، کمر سیدھی رکھیے۔
(۳) اُٹھاتے وقت سامان کو جسم سے قریب رکھیے۔ بعض اوقات بوجھ سے نہیں، بلکہ سامان کی جسامت (سائز) سے کمر میں تکلیف ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیے: وزن اُٹھاتے وقت کمر جھکنے یا مُڑنے نہ پائے۔ ہمیشہ کمر کو سیدھا رکھ کر وزن اُٹھائیے۔ ان طریقوں کو اپنا کر آپ اپنی کمر کو تکلیف اور درد سے محفوظ رکھ سکیں گے۔ کمر کی تکلیف اکثر مصیبت بن جاتی ہے۔ ☆

آگے بڑھنا، آگے چلنا

امجد شریف

جو بھی چاہے آگے بڑھنا
آگے بڑھنا ، آگے چلنا
سیکھے سب کے ساتھ وہ چلنا
سیکھے سب کی عزت کرنا
سیکھے غصہ تھوک کے چلنا
سیکھے دیپ کی صورت جلنا
سیکھے رات کو رات وہ کہنا
سیکھے چین سکون سے رہنا
سیکھے فن وہ اُلفت والا
اُلفت والا ، چاہت والا
امجد ہر دم کوشش کرنا
کوشش کرنا ، آگے بڑھنا

جزیرہ ڈُوال پا

سید محمود حسن

زبیر انجینیر تھا۔ سہیل ایک تجربے کار ڈاکٹر تھا۔ فیصل محکمۂ موسمیات میں ملازم رہ چکا تھا اور کامران ایک صنعت کار کا بیٹا تھا، جب کہ جبران بحری جہاز کا پرانا ملازم تھا اور دنیا کی کئی زبانیں بول اور سمجھ سکتا تھا۔ یہ پانچوں دوست تیراکی اور سیاحت کے شوقین تھے۔ ان کا یہی شوق انھیں ایک شپنگ کمپنی کی ملازمت میں لے آیا تھا۔ اس ملازمت کے دوران ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم کی طرف سفر کرتے تھے۔ اس مرتبہ بھی ان کا بحری جہاز دور دور تک پھیلے سمندر کی

موجوں پر رواں دواں تھا۔ انھیں سفر کرتے ہوئے کئی روز گزر چکے تھے۔ یہ مال بردار جہاز تھا، جس پر زیادہ تر عملے کے لوگ ہی سوار تھے، جو اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

اچانک آسمان پر بادل نمودار ہوئے اور بارش کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کچھ ہی دیر میں تیز آندھی اور طوفان نے سمندر میں ہلچل پیدا کردی۔ تھوڑی ہی دیر میں سمندر کی موجیں اتنی بلند ہوئیں کہ جہاز تنکے کی طرح سمندر کی بے رحم موجوں پر ڈگمگانے لگا۔ طوفان کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ جہاز کے مائیک پر کیپٹن کی آواز گونجی: ''سمندر کا پانی جہاز کے انجن میں داخل ہو چکا ہے۔ آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ اپنی اپنی جانیں بچائیں، کیوں کہ جہاز کسی بھی لمحے سمندر میں ڈوب سکتا ہے۔ سب لائف بوٹ کا استعمال کریں۔''

ملازمین جلدی جلدی لائف بوٹس پر سوار ہونے لگے۔ یہ پانچوں دوست بھی ایک لائف بوٹ میں سوار ہو گئے۔ انھوں نے کھانے پینے کا سامان اور سہیل نے اپنا میڈیکل بکس بوٹ میں رکھا اور بوٹ سمندر میں اُتار دی۔ وہ ابھی جہاز سے تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ ایک زبردست دھماکے کی آواز سنائی دی۔ جس جہاز میں وہ تھوڑی دیر پہلے سوار تھے، ان کے سامنے ڈوبنا شروع ہوگیا۔ انھوں نے خدا کا شکرادا کیا کہ وہ بروقت جہاز سے نکلنے میں کام یاب ہو گئے اور ان کی جان بچ گئی۔

طوفان کی وجہ سے انھیں اندازہ نہیں تھا کہ بوٹ کس جانب چلی جا رہی ہے۔ رات بھر بوٹ چلتی رہی۔ جب وہ بیدار ہوئے تو سورج نکلا ہوا تھا اور طوفان ختم ہو چکا تھا۔ دور سامنے کہیں انھیں ایک جزیرہ نظر آ رہا تھا۔ انھوں نے اپنی بوٹ کا رُخ اسی جزیرے کی طرف کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ جزیرے تک پہنچ گئے۔ انھوں نے اپنی بوٹ کو ناریل کے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ جزیرہ بہت سرسبز و شاداب نظر آ رہا تھا۔ جگہ جگہ پھلوں کے درخت اور پانی کی جھیلیں تھیں۔ انھوں نے درختوں سے پھل توڑ توڑ کر خوب کھائے اور جھیل سے پانی پیا تو ان کی توانائی بحال ہوئی۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ انھیں کچھ لوگ نظر آئے، جو اُن ہی کی طرف آ رہے تھے۔

''ارے یہ جزیرہ تو آباد لگتا ہے۔'' جبران نے کہا۔

''چلو، بہت اچھا ہوا۔ اب ہمیں یہاں پر ہر سہولت ملے گی۔''

وہ لوگ اب ان کے قریب آتے جا رہے تھے۔ وہ دس بارہ آدمی تھے۔ انھوں نے لمبے لمبے چوغے پہنے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے وہ بہت عجیب سے لگ رہے تھے۔ اس

لبادے نے ان کے پیروں تک کو ڈھانپا ہوا تھا۔ وہ ایسے چل رہے تھے، جیسے تیر رہے ہوں۔

ان میں سے ایک نے کہا: ''اجنبی مہمانو! جزیرۂ ڈوال پا میں آپ کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔'' وہ افریقا کی ایک قدیم زبان بول رہے تھے، چوں کہ جبران دنیا کی کئی زبانوں سے آگاہ تھا اور کسی نہ کسی حد تک بول بھی سکتا تھا، اس لیے وہ ان کی باتوں کا مطلب سمجھ گیا۔

''آؤ ہمارے ساتھ تم لوگ بھوکے ہوگے۔ ہم تمھاری خاطر مدارات کریں گے اور پھر تھوڑی سی تفریح بھی۔'' دوسرے آدمی نے کہا۔

وہ تھوڑا اور آگے بڑھے تو انھیں کچھ اور لوگ بھی نظر آئے، جو گھوڑوں اور گدھوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور انھیں تیز تیز دوڑا رہے تھے۔ شاید یہاں کے لوگوں کو جانوروں پر سواری کرنے اور انھیں دوڑانے کا بہت شوق تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ ان لوگوں کے پیر ابھی تک نہیں دیکھ پائے تھے۔

تھوڑی دیر بعد انھیں ایک جھونپڑے میں لے جایا گیا، جہاں کھانے کا انتظام تھا۔ پرندوں اور جانوروں کا بھنا ہوا گوشت اور مختلف قسم کے پھل موجود تھے۔ پانچوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ کھانے کے بعد انھیں شربت پیش کیا گیا، جس کے پیتے ہی انھیں نیند آ گئی۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو وہ جھونپڑیوں کے باہر ایک کچے راستے پر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے میزبان ان کی کمر پر سوار تھے۔ ایک پیر ان کی پشت اور پیٹ پر سانپ کی طرح لپٹا ہوا تھا، جب کہ دوسرا پیر ہنٹر کی طرح ان کے جسموں پر مار رہے تھے۔

جبران کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ اس نے اپنے دوستوں سے کہا: ''لگتا ہے کہ ہم ''ڈوال پا'' کے درمیان پھنس گئے ہیں۔ ڈوال پا قدیم زمانے میں پائے جاتے تھے جو

انسانوں کو سواری کا جانور سمجھتے ہیں۔ ان کے پیر رسّے کی طرح لچک دار، لمبے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ایک پیر سے انسان کو جکڑ لیتے ہیں اور دوسرا پیر چابک کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ وہ ان پانچوں کو تقریباً دو گھنٹے تک دوڑاتے رہے اور پھر انھیں ایک جھونپڑے میں بند کر دیا۔ دوسرے دن مزید دوال پا وہاں پہنچ گئے۔ وہ روزانہ باری باری انھیں خوب دوڑاتے اور جب وہ تھکنے لگتے تو اپنا پیر چابک کی طرح مارتے۔ غرض یہ کہ جب وہ تھک کر گر جاتے تو ان کی جان چھوٹتی۔ کئی دن تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر ایک دن انھیں بتایا گیا کہ کل چاند کی ۲۹ تاریخ ہے۔ ہر مہینے کی ۲۹ تاریخ کو جزیرے پر جشن منایا جاتا ہے، جس میں سارے دوال پا شریک ہوتے ہیں۔ انھیں پتا چلا کہ اس موقعے پر انھیں پوری رات دوڑایا جائے گا۔

جبران، زبیر، سہیل، فیصل اور کامران اس تکلیف اور اذیت سے تنگ آ چکے تھے۔ زبیر نے جبران سے کہا: ''جبران! تم ایک ذہین آدمی ہو۔ کوئی ترکیب سوچو، تاکہ ہم اس مصیبت سے نجات پا سکیں۔''

کامران نے کہا: ''جانوروں کی طرح دوڑ دوڑ کر ہمارے ہاتھ اور پیر چھل چکے ہیں۔ ہمارے جسموں کی طاقت ختم ہوتی جا رہی ہے۔''

فیصل نے ڈاکٹر سہیل سے کہا: ''ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔ تمھارے میڈیکل بکس میں کلوروفام کی بوتل موجود ہے، جشن کے لیے یہ لوگ ایک مشروب تیار کریں گے اگر ہم کسی طرح ان کے مشروب میں کلوروفارم ملانے میں کام یاب ہو جائیں تو دوال پا بے ہوش ہو جائیں گے اور ہم بھاگ کر جزیرے کے کنارے اپنی بوٹ تک پہنچ کر آسانی

سے فرار ہو سکتے ہیں۔''

دوال پا ان کے لیے بہت سارا کھانا اور فروٹ لے کر آئے اور کہا: ''آج تمھیں بہت سارا کھانا ہے، تا کہ تمھارے جسموں میں زیادہ سے زیادہ توانائی آئے اور تم لوگ ہمیں زیادہ سے زیادہ سواری کرا سکو۔''

''سردار! اگر ہمیں اپنی دوا مل جائے تو ہم زیادہ تیز دوڑیں گے۔'' جبران نے دوال پا کے سردار سے کہا۔

''تمھاری دوا کہاں ہے؟'' سردار نے پوچھا۔

''وہ ہماری بوٹ میں رکھی ہوئی ہے۔ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم جا کر لے آئیں۔''

سردار بہت دیر تک سوچنے کے بعد بولا: ''ہاں، جاؤ لے آؤ، لیکن تم میں سے صرف ایک آدمی جائے گا اور میرے دو افراد اس کے ساتھ جائیں گے، تا کہ تم لوگ ہمیں دھوکا دے کر بھاگ نہ سکو۔'' ڈاکٹر سہیل دوال پا کی نگرانی میں کلوروفام کی بوتل لے کر آ گیا۔

رات کو انھیں دوڑانے کے لیے جھونپڑے سے باہر نکالا گیا تو سردار نے کہا اور کھا پی لو جو بھی کھانا ہے اور آج پوری رات تمھیں دوڑنا ہوگا۔ اگر ذرا بھی سستی دکھائی تو بُرا حشر ہوگا۔''

''سردار! ہم تھوڑا تھوڑا آپ کے ڈرم میں سے مشروب پینا چاہتے ہیں، تا کہ توانائی مزید حاصل کر سکیں۔ جبران نے بڑی چالاکی سے کہا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں تم بھی پیو۔'' ڈاکٹر سہیل نے مشروب نکالنے کے بہانے کلوروفام کی پوری شیشی ڈرم میں اُنڈیل دی۔ دیر تک گانے بجانے کے بعد سب دوال پا

تھک کر نڈھال ہو گئے تو انھیں مشروب پلایا گیا۔ سب ہی دوال پا وہاں آئے ہوئے تھے، آہستہ آہستہ بے ہوش ہوتے چلے گئے۔ جبران نے جب دیکھا کہ سارے دوال پا بے ہوش ہو چکے ہیں تو وہ چلایا کہ اب جلدی بھاگو یہاں سے، ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیر ہو جائے۔ انھوں نے تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں جزیرے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ ان کی بوٹ ناریل کے درخت کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ زبیر نے اس کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ اس میں خاصی مقدار میں ڈیزل موجود تھا اور کھانے پینے کا بھی تھوڑا سا سامان موجود تھا، جو کم از کم تین دن تک چل سکتا تھا۔ جلد ہی انھوں نے اپنی بوٹ سمندر میں دھکیل دی اور جزیرے سے دور ہونے لگے۔ اُدھر دوال پا جلد ہی ہوش میں آنے لگے۔ وہ سب فوراً جزیرے کے ساحل تک بھاگے۔ ان کے ہاتھوں میں تیر تھے۔ انھیں جبران کی بوٹ دور جاتی ہوئی نظر آئی۔ انھوں نے اپنے تیر پھینکنے شروع کیے۔ زبیر نے بوٹ کی رفتار مزید تیز کر دی اور وہ تھوڑی ہی دیر میں دوال پا لوگوں سے دور نکل گئے۔ مسلسل دو دن چلنے کے بعد انھیں ایک بحری جہاز دکھائی دیا۔ انھوں نے مخصوص اشارے کیے، جنھیں دیکھ کر جہاز کا رُخ بوٹ کی طرف کر کے انھیں جہاز میں سوار کرا لیا گیا۔

جہاز کے کیپٹن کو انھوں نے ساری داستان سنائی تو انھوں نے بڑی حیرت سے اس کو سنا اور کہا کہ نہ جانے اس سمندر میں کیسی کیسی جگہیں اور جزیرے پوشیدہ ہیں جو انسانوں کے لیے کتنے خطرناک ہیں۔ شکر ہے کہ تم لوگوں کی جان بچ گئی۔ تم اس جہاز کے ذریعے قریبی بندرگاہ پر پہنچ جاؤ گے۔ جہاں سے تم اپنے ملک جا سکتے ہو۔ کئی روز سفر کے بعد وہ قریبی بندرگاہ پر پہنچ گئے، جہاں سے وہ اپنے وطن کے لیے روانہ ہو گئے۔ ☆

علمِ طب کا امام

محمد بن ذکریا رازی

رانا محمد شاہد

محمد بن ذکریا رازی ایک عظیم طبیب، عالی دماغ محقق و مفکر اور مایہ ناز سائنس داں تھے۔ اسلامی تاریخ میں محمد بن ذکریا رازی کا شمار علمِ طب کی ماہر شخصیات میں کیا جاتا ہے۔ ذکریا رازی ۸۶۰ء میں ایران کے قدیم شہر ''رے'' میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر تہران سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

ذکریا رازی کیمیا گری کے فن کی طرف راغب تھے۔ ان کے خیال میں وہ کم قیمت دھاتوں کو سونے میں تبدیل کر کے بہت جلد دولت مند بن جائیں گے۔ کیمیا گری کے جو طریقے ان دنوں مشہور تھے، ان میں جڑی بوٹیوں کو جلا کر دنوں، بلکہ مہینوں تک آگ پر رکھنا پڑتا تھا۔ ذکریا رازی نے جڑی بوٹیوں کے سلسلے میں دوا فروشوں کے پاس جانا شروع کر دیا۔ اس دوران ایک دوا فروش سے دوستی ہوگئی۔ چناں چہ فرصت کے لمحات وہ اس کی دکان پر بیٹھے رہتے اور یوں آہستہ آہستہ علمِ طب میں دل چسپی بڑھنے لگی۔

ایک دن کیمیا گری کے شوق میں آگ پر پھونکیں مارتے مارتے ان کی آنکھیں جھلس گئیں۔ طبیب کے پاس گئے۔ طبیب نے معائنہ کیا اور کہا کہ ۵۰۰ اشرفیاں خرچ ہوں گی۔ مجبوراً اتنی بڑی رقم پر راضی ہوگئے۔ طبیب نے علاج شروع کیا اور رازی چند دن میں ہی اچھے بھلے ہوگئے۔

بزرگ طبیب نے رازی سے کہا: ''فضول کام میں جان کھپانا اچھا نہیں۔ ایسے سونا

نہیں بنتا، ہنر سے بنتا ہے۔ دیکھو، اب تم اچھے بھلے ہو گئے، یہ ہے اصل کیمیا گری، وہ نہیں جس میں تم اپنی جان کھپاتے ہو۔''

طبیب کے یہ الفاظ رازی کی زندگی میں انقلاب لے آئے۔ اب علم کا شوق بڑھا اور بغداد پہنچ گئے۔ بغداد میں دل لگا کر پڑھائی میں مصروف ہو گئے۔ یہاں ایک اسپتال میں مریضوں کو دیکھتے اور ان کا معائنہ کرتے، یوں ان کا تجربہ بڑھتا رہا۔

جب وہ فنِ طب میں مہارت حاصل کر چکے تو ان کی شہرت بھی دور دور تک پھیل گئی۔ اپنے آبائی شہر ''رے'' کے سرکاری شفا خانے کے افسرِ اعلا بن گئے۔ یہاں انھوں نے بڑی توجہ اور محنت سے کام کیا۔ نئی نئی اصلاحات اور مریضوں کا معائنہ کرنے کے نئے نئے طریقے شروع کیے۔ وہ مریضوں کے حالات سنتے اور بڑی سوچ و بچار کے بعد ان کے لیے نسخے لکھتے۔ یہ تمام تجربے وہ ایک جگہ پر لکھتے جاتے اور بعد میں ان کو کتابی شکل میں مرتب کیا۔

عالی دماغ رازی نے فنِ طب کو بامِ عروج تک پہنچایا اور نئے نئے تجربات کیے۔ انھوں نے ابتدائی طبی امداد (FIRST AID) کا طریقہ پہلی مرتبہ رائج کیا۔ جڑی بوٹیوں پر نئے نئے تجربات ان کے خواص و اثرات اور سب دواؤں کی درجہ بندی ان کی علمی خدمات تھیں۔ انھوں نے صحیح صحیح وزن کے لیے ایک ایسا ترازو ایجاد کیا، جس میں چھوٹی سی چھوٹی چیز کا صحیح صحیح وزن معلوم کیا جا سکتا ہے۔

ذکریا رازی کا سب سے اہم کارنامہ چیچک پر گہری تحقیق تھی۔ چیچک کے اسباب معلوم کیے، احتیاط اور علاج دریافت کیا۔ اس کے بعد اپنی تحقیق اور تجربات کو

کتابی صورت دی۔ رازی دنیا کے پہلے شخص تھے، جنھوں نے اس مرض پر کتاب لکھی۔ یہ کتاب سیکڑوں برس یورپ کے میڈیکل کالجوں میں پڑھائی جاتی رہی۔

۹۰۸ء میں بغداد کے مرکزی شفا خانے میں انھیں اعلا عہدہ پیش کیا گیا۔ اس دور میں یہ عالمِ اسلام کا سب سے بڑا شفا خانہ تھا۔ اس شفا خانے میں آپ نے ۱۴ برس کام کیا۔ اس تمام عرصے میں ان کا زیادہ وقت تحقیق اور تصنیف و تالیف میں گزرا۔ ذکریا رازی کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ مختلف یورپی زبانوں میں ہو چکا ہے۔

ذکریا رازی نے اپنی زندگی کے آخری دس، بارہ سال اپنے آبائی گاؤں "رے" میں گزارے۔ آنکھیں جھلسنے کے واقعے کے بعد ان کی بینائی رفتہ رفتہ کمزور ہوتی گئی اور آخر وہ بالکل نابینا ہو گئے۔ بڑھاپے میں اندھے پن کی وجہ سے ان کی آخری عمر بڑی مشکلات میں گزری۔ محمد بن ذکریا رازی ۹۳۲ء میں ۶۷ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ علمِ طب کی تاریخ میں محمد بن ذکریا رازی کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ ☆

تحریر بھیجنے والے نونہال یاد رکھیں

☆ اپنی کہانی یا مضمون صاف صاف لکھیں اور اس کے پہلے صفحے پر اپنا نام اور اپنے شہر یا گاؤں کا نام بھی صاف لکھیں۔ تحریر کے آخر میں اپنا نام پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھیں۔ تحریر کے ہر صفحے پر نمبر بھی ضرور لکھا کریں۔

☆ بہت سے نونہال معلومات افزا اور بلاعنوان کہانی کے کوپن ایک ہی صفحے پر چپکا دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا ایک کوپن ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ معلومات افزا کے صرف جوابات لکھا کریں۔ پورے سوالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ☆

بلاعنوان انعامی کہانی

محمد ذوالقرنین خان

یہ ذکر اس وقت کا ہے جب انسانی آبادیاں پھیل کر جنگلوں سے جا ملیں تھیں۔ بیشتر جنگلی جانور انسان سے واقف نہیں تھے۔ دو پاؤں پر چلنے والی اس عجیب سی مخلوق کو دیکھ کر بہت حیران ہوتے۔

ایک بوڑھا اُلو جو کسی گھنے جنگل کا باسی تھا، اس تک جب یہ خبر پہنچی کہ انسان وہاں بھی آ پہنچے ہیں تو وہ اُداس ہو گیا۔ جنگل میں رہنے والے باقی پرندوں اور جانوروں کی نسبت انسانوں کے بارے میں اسے بہت کچھ معلوم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جس جگہ یہ قدم رکھ دیں، وہاں کسی اور کا ٹھیرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کئی برس پہلے انسانوں کی وجہ سے ہی اس کے پورے خاندان کو نقل مکانی کرنا پڑی تھی۔ وہ ایک خوب صورت جنگل میں رہتے تھے، جہاں قریب ہی انسانوں نے اپنی بستی قائم کر لی تھی۔ ان کے پاس ایسی چیزیں تھیں، جنھیں کام میں لا کر ایک ہی دن میں وہ سیکڑوں درخت کاٹ ڈالتے۔ ایسی ہوشیاری سے جال بچھاتے جو نظر ہی نہ آتا اور اس میں بے شمار پرندوں کو پھانس لیتے۔ گھات لگا کر ایک لمبی سی گول نال والی سلاخ سے کسی بھی جانور یا پرندے کی طرف اشارہ کرتے۔ ایک دھماکا ہوتا اور وہ جانور یا پرندہ لمحوں میں ڈھیر ہو جاتا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ جگہ رہنے کے قابل نہیں ہے اور وہ سب اب اس دور دراز گھنے جنگل میں آ بسے۔

اب ایک مرتبہ پھر انسان ان کے قریب آ پہنچے تھے۔ بوڑھے اُلو کو اُداس دیکھ کر

ہوشیار لومڑی اور پھرتیلے ہرن نے وجہ پوچھی۔ جواب میں بوڑھے اُلو نے انھیں انسان کی سمجھ بوجھ، طاقت اور سب سے بڑھ کر اس کی بے رحمی کے بارے میں اچھی طرح سمجھا دیا، جسے سن کر خوف سے دونوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بات ہوتے ہوتے دوسرے جانوروں تک جا پہنچی۔

شیر بادشاہ نے جب یہ بات سنی تو وہ بے اختیار ہنسنے لگے اور اپنے ساتھیوں سے بولے: ''خواہ مخواہ تم لوگوں نے بوڑھے اُلو کو سر چڑھا رکھا ہے، ابھی کل کی بات ہے، میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ خوب زوروں کی بھوک لگی ہوئی تھی۔ مجھے دور سے دو آدمی اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔ وہ اونچی آواز سے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اپنے علاقے میں یوں اس طرح دو انسانوں کا منھ اُٹھائے چلے آنا مجھے ایک آنکھ نہ بھایا۔ میں خوب زور سے دہاڑا، تاکہ وہ وہاں سے بھاگ جائیں، مگر یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا کہ وہ دونوں تو وہیں بُت بن کر کھڑے ہو گئے۔ اب تو انھیں سبق سکھانا ضروری ہو گیا تھا۔ میں اُٹھا اور دونوں کو ایک ایک چپت رسید کی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں تو وہیں ڈھیر ہو گئے۔ میں نے انھیں سونگھ کر اندازہ کرنا چاہا کہ آخر دونوں کو ہوا کیا ہے؟ کیا بتاؤں تمھیں، ایک بھوک لگانے والی مہک میرے نتھنوں میں گھس گئی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ انسان تو بہت لذیذ اور آسان شکار ہے۔ دوستوں میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ آج کے بعد میں صرف انسانی گوشت سے ہی اپنا پیٹ بھروں گا۔''

ادھر ہاتھی میاں کو جب ببر شیر کا قصہ معلوم ہوا تو وہ منھ بنا کر بولے: ''یہ شیر بہت شیخی بگھارتا ہے۔ دو انسانوں کا سامنا کیا کر لیا، خود کو بہادر سمجھنے لگا ہے۔ یہ انسان

بالکل اپنے جنگل کے بوڑھے اُلو جیسے کم زور اور احمق ہیں۔ کچھ دن پہلے میں ویسے ہی ان کی بستی کی طرف نکل گیا۔ مجھے دیکھتے ہی سب نے شور مچا دیا۔ بے وقوفوں کا خیال تھا کہ میں ڈر کر بھاگ جاؤں گا۔ مجھے غصہ آ گیا۔ پھر تو جو چیز سامنے آئی اسے پیروں تلے کچل دیا یا ٹکر مار کر اُلٹ دیا۔ وہاں سیکڑوں کی تعداد میں انسان موجود تھے، مگر میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ پائے۔

ایسی باتیں سن کر جنگل کے باقی جانوروں کو بھی تجسّس ہوا کہ دیکھیں تو یہ انسان ہے کیا چیز؟ جس کسی نے بھی آدم زاد کو دیکھا ایک ہی بات کہی کہ اس قدر ناتواں اور عجیب و غریب جسم والا یہ انسان ہمیں کیا نقصان پہنچائے گا۔ یقیناً بوڑھے اُلو کا بڑھاپے کے سبب دماغ خراب ہو گیا ہے۔

اب شیر نے اپنا ایک گروہ بنا لیا جو انسانوں کو لقمہ بنانے لگا اور ہاتھی میاں اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر گنے کے کھیتوں میں جا گھستا اور وہ سب مل کر خوب اُدھم مچاتے۔ بوڑھے اُلو تک جب یہ خبریں پہنچیں تو وہ باری باری دونوں کے پاس گیا اور انھیں ایسا کرنے سے منع کیا اور انھیں بتایا کہ ان کی یہ حرکتیں انسانوں کو غصہ دلائیں گی، جس کا نقصان سب کو اُٹھانا پڑے گا، مگر وہ کہاں سننے والے تھے۔ انھوں نے صاف صاف بوڑھے اُلو سے کہہ دیا کہ وہ اپنی دانش وری اپنی ذات تک محدود رکھے اور کسی دوسرے کے معاملے میں دخل دینے سے باز رہے۔

بوڑھا اُلو جانتا تھا کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہیں گے۔ وہ جلد اپنا بدلہ لینے کے لیے آ پہنچیں گے اور ایک مرتبہ انھوں نے جنگل کا رُخ کر لیا تو بہت

خون بہے گا۔ بہت سے معصوم جانور مارے جائیں گے۔

اس نے جنگل کے سمجھ دار جانوروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی، جس میں ہوشیار لومڑی اور پھرتیلا ہرن آگے آگے تھے۔ انھوں نے گینڈوں سے ملاقات کی۔ صرف انہی کا قبیلہ شیروں اور ہاتھیوں کو انسانوں سے اُلجھنے سے روک سکتا تھا۔ گینڈوں کے سردار رعب دار گینڈے کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ گینڈوں کا اس بات سے کیا تعلق ہے، جب کہ انسانوں کو ہمارے قبیلے کی طرف سے کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچی۔ اس کے باوجود اگر انسانوں نے ہم سے دشمنی مول لی تو وہ ہمیں ہاتھی اور شیر سے زیادہ خوف ناک پائیں گے۔ رعب دار گینڈے نے یہ بات کہی اور اپنے نوکیلے سینگ کو ایک پتھر سے رگڑ کر تیز کرنے لگا، جو اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ وہاں سے جا سکتے ہیں۔

جنگلی بھینسے اور زیبرے بہت خوش تھے، کیوں کہ آج کل شیروں کا دھیان ان کی بجائے انسانوں کی طرف تھا۔ بوڑھا اُلو بڑھتے ہوئے خطرے کو محسوس کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں وہ دیکھ رہی تھیں جو دوسرے بے وقوفوں کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ ایک دن شیر کی دردناک چیخ نے پورے جنگل کو دہلا دیا۔ اس کی پچھلی ٹانگ خون میں لت پت تھی اور وہ لنگڑاتے ہوئے اپنی کچھار کی طرف جا رہا تھا۔

اس دن صبح صبح جب وہ اپنے دو ساتھیوں سمیت انسانوں کے شکار پر نکلا تو خلافِ معمول بستی کے قریب ایک درخت پر اسے کچھ ہلچل محسوس ہوئی۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہاں ایک انسان موجود ہے۔ وہ وہیں ٹھٹک کر رُک گیا۔ بوڑھے اُلو کی بات اسے یاد آ گئی کہ انسان کے پاس ایسی چیزیں ہیں، جن سے وہ دور سے ہی طاقت ور ترین

جانور کو جان سے مار سکتا ہے۔ اس نے جب یہ بات اپنے ساتھیوں کو بتائی تو دونوں ہنس دیے۔ اور بولے: ''ہم تو تمھیں بڑا سمجھ دار خیال کرتے تھے، تم بھی بوڑھے اُلو کی باتوں میں آ گئے۔'' یہ کہہ کر اس کے دونوں ساتھی آگے بڑھ گئے۔ ببر شیر وہیں رُک گیا۔ اسی وقت دو دھماکے ہوئے اور اس کے دونوں ساتھی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ وہ بھاگنے کے لیے پلٹا، مگر اس دوران تیسرا دھماکہ ہوا اور اس کی ٹانگ زخمی ہو گئی۔ زندگی میں پہلی دفعہ اسے خوف محسوس ہوا تھا۔

یہ باتیں سن کر جنگل کے تمام جانور سہم گئے، مگر ہاتھی میاں پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے اپنے دوستوں کو اِکھٹا کیا اور شیر کا مذاق اُڑاتے ہوئے بولا: ''ارے! وہ خود کو جنگل کا بادشاہ کہنے والا کسی انسانی شعبدے سے ڈر کر بھاگا اور اپنی ٹانگ تڑوا بیٹھا۔ میں آج ہی ان کے کھیتوں میں جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں یہ نرم و نازک اور کم زور ہڈی والے انسان میرا کیا بگاڑ پائیں گے۔'' ہاتھی میاں کے ساتھیوں نے اسے پہلے پوری صورتِ حال جان کر ہی کوئی قدم اُٹھانے کا مشورہ دیا، مگر وہ کہاں ماننے والا تھا۔

دو پہر میں وہ اکیلے ہی نکل کھڑا ہوا، پھر ایک ہفتے تک اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ بعد میں راجو گدھ نے آ کر جنگل کے باسیوں کو بتایا کہ ہاتھی مر چکا ہے اور میں نے ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ہاتھی کی لاش ٹھکانے لگائی ہے۔ ہاتھی کی پیشانی میں صرف ایک سوراخ تھا۔ یقیناً یہی اس کی موت کا سبب ہے۔ اس کے دانت بھی نکالے گئے تھے۔ راجو گدھ نے ان کی معلومات میں اضافہ کیا۔ وہ ایک چھوٹا لوہے کا ٹکڑا بھی لایا تھا۔ جو ہاتھی میاں کی کھوپڑی سے نکلا تھا۔ راجو گدھ کی بات سن کر اور لوہے کا ٹکڑا دیکھ کر ہر ایک

خوف زدہ ہو گیا تھا۔

شیر کا گھاؤ دیکھنے میں معمولی سا تھا، مگر وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا تھا۔ ایک صبح وہ اپنی کچھار میں مردہ پایا گیا۔

ان دو واقعات کے بعد گینڈوں کے علاوہ جنگل کے باقی تمام جانور بہت ڈر گئے تھے۔ وہ انسانوں کی آہٹ پا کر ہی میلوں دور بھاگ جاتے۔ گینڈے اب بھی انسانی بستیوں کے قریب چرتے تھے۔ انھیں اپنی موٹی کھال اور سخت نوکیلے سینگوں پر بڑا ناز تھا۔ انسانوں کی آمد و رفت جنگل میں بڑھنے لگی تھی۔ بوڑھے اُلو کے مشورے پر جانور نقل مکانی کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ یہ بات سن کر گینڈے بہت خوش تھے کہ اب وہ بلا شرکت غیرے جنگل پر حکومت کریں گے۔ شیروں کی وجہ سے انھیں اپنے بچوں کی کڑی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔ پانی کے تالاب پر ہاتھیوں سے رنجش بھی چل رہی تھی۔ ان کی کم زور نظروں کا فائدہ اُٹھا کر رات کو دوسرے چھوٹے جانور چپکے سے ان کی پسندیدہ ہری ہری گھاس چٹ کر جاتے تھے۔ اب یہ تمام مسائل حل ہونے والے تھے۔

تمام جانور افسردہ تھے۔ اپنی زمین، اپنا گھر چھوڑنا ان کے لیے بہت مشکل کام تھا۔ وہ ایک دور دراز علاقے کی طرف جا رہے تھے۔ بوڑھے اُلو نے انھیں بتایا تھا کہ وہاں تک انسان کو پہنچنے میں دس سے پندرہ سال لگ سکتے ہیں۔ اسے اُمید تھی کہ اس دوران انسان کی سمجھ میں یہ بات آ جائے گی کہ جنگل اور وہاں کے جانوروں کا وجود اس زمین کی بقا کے لیے کتنا ضروری ہے۔

ایک صبح یہ جنگل دوڑتے قدموں کی دھمک سے لرز اُٹھا۔ تمام جانور حواس باختہ

ہو گئے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے؟ اب تو انھیں اچھے مشورے دینے والا بوڑھے اُلو کو فوت ہوئے بھی ایک زمانہ گزر چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد معما حل ہو گیا۔ جب انھیں چند گینڈے آتے دکھائی دیے۔ وہ تھکن سے چُور تھے۔ گینڈوں نے انھیں بتایا کہ پورے جنگل پر انسان کا قبضہ ہو چکا ہے۔ انھوں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ بوڑھے اُلو کی بات نہ مان کر انھوں نے بہت بڑی غلطی کی تھی۔ جن سینگوں اور کھال پر انھیں بہت ناز تھا، اسی کی خاطر انسانوں نے انھیں بہت بے دردی سے قتل کرنا شروع کر دیا۔ وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگے۔ کئی مہینوں تک یہاں وہاں بھٹکنے کے بعد وہ چند خوش قسمت ہی محفوظ مقام تک پہنچ پائے تھے۔

☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۸۵ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں **۱۸-نومبر ۲۰۱۶ء** تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

کیا بلندیٔ کردار کے بغیر دفاعِ وطن ممکن ہے؟

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... رپورٹ : حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی معروف مصنف و دفاعی تجزیہ نگار محترم میجر (ر) مشتاق احمد خان سدوزئی تھے۔

معروف اسکالر اقبالیات محترم نعیم اکرم قریشی نے بھی خصوصی شرکت فرمائی۔

اجلاس کا موضوع تھا: ''کیا بلندیٔ کردار کے بغیر دفاعِ وطن ممکن ہے؟''

اسپیکر اسمبلی نونہال عائشہ اسلم تھیں۔ تلاوتِ کلام پاک و ترجمہ محمد طلحہ اور ساتھی نونہال نے پیش کیا۔ نونہال سید عاقب علی گردیزی نے حمدِ باری تعالیٰ اور نونہال حسنین اختر نے نعت شریف پیش کی۔ نونہال مقررین میں عامر علی، مہک زہرا، عبدالرافع، زنیرا شریف اور عاصم محبوب شامل تھے۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے نونہالوں کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ ملک کا دفاع یوں تو فوج کی ذمے داری ہوتی ہے، لیکن دراصل یہ ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ اپنے وطن کی حفاظت اور دفاع میں اپنی صلاحیت کے مطابق حصہ لے۔ اپنی محنت، اپنی دیانت، اپنے نظم وضبط اور کردار سے وطن سے محبت کا ثبوت دے، کیوں کہ اہلِ وطن کا کردار ہی اس بات کا ضامن ہوتا ہے کہ دشمن ان کے وطن کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

محترم میجر (ر) مشتاق احمد خان سدوزئی نے کہا کہ ہر جان دار میں اللہ تعالیٰ کی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں محترم مشتاق احمد خان سدوزئی،
محترم نعیم اکرم قریشی، محترم حیات محمد بھٹی اور نونہال مقررین

طرف سے چند مشترک صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں، جن میں سے ایک اس کی اپنے دفاع کی صلاحیت ہے۔ جس پاکستان میں آپ جیسے نونہال، جنرل راحیل شریف جیسے قابل سپہ سالار ہو، جو ساتویں بڑی ایٹمی قوت ہو، جہاں دنیا کے بہترین نہری نظاموں میں سے ایک نظام موجود ہو، اس ملک کو دشمن میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔ پاکستان کو اللہ پاک نے ہر طرح کی سہولتوں اور وسائل سے نوازا ہے۔ ہمارے نونہال بہت ذہین اور قابل ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم سب اقبال کے اس شعر کو اپنا لیں:

حسنِ کردار سے مجسم ہو جا
کہ ابلیس بھی تجھے دیکھے تو مسلماں ہو جائے

نونہال سعد کمال اور ساتھی طالب علم نے ایک خوب صورت ملی نغمہ پیش کیا۔ ایک رنگا رنگ ٹیبلو بھی پیش کیا گیا۔ نونہالوں میں انعامات تقسیم کرنے کے بعد آخر میں دعاے سعید پیش کی گئی۔ ☆
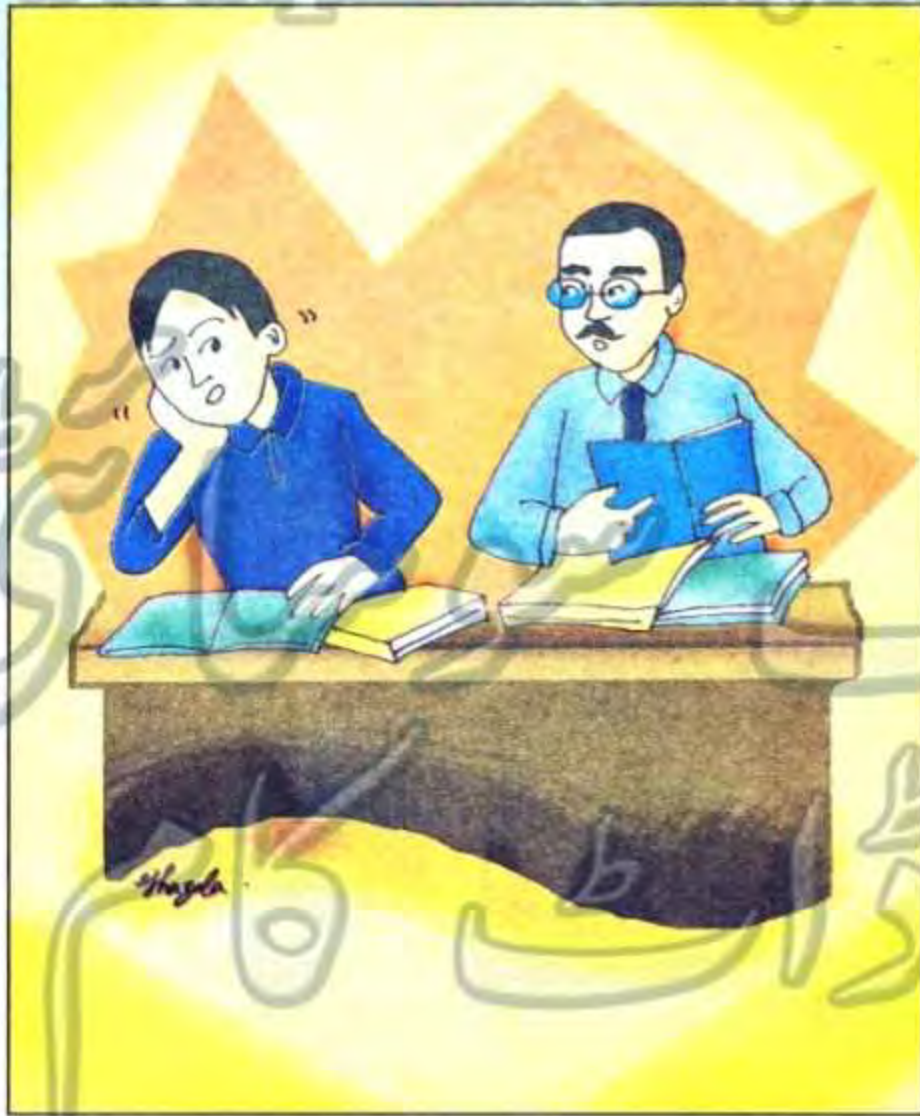
استاد: ''تمھاری تاریخ پیدائش کیا ہے؟''

شاگرد: ''۱۹۹۵ ق م۔''

استاد: ''یہ ق م کا کیا مطلب ہے؟''

شاگرد: ''جناب! ق م کا مطلب ہے، قبل منیر، یعنی میں اپنے چھوٹے بھائی منیر سے دو سال پہلے پیدا ہوا۔'' ☆

آئیے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

مصوری میں رنگوں کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ بنیادی رنگ صرف تین ہیں، یعنی نیلا، پیلا اور سرخ باقی سارے رنگ انہی رنگوں کی آمیزش سے بنائے جاتے ہیں۔ اس کے لیے مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اوپر تین بنیادی رنگ اور اس کے نیچے ان ہی سے بنائے ہوئے تین ثانوی رنگ دکھائے گئے ہیں۔ مثلاً نیلا اور پیلا ملانے سے سبز بنے گا۔ پیلا اور سرخ ملانے سے نارنجی رنگ بنے گا۔ نیلا اور سرخ ملانے سے اودا رنگ بن جائے گا۔ ☆

نونہال مصور
عالیہ
ذوالفقار
کراچی
ALIYA
تفشالہ ملک، جگہ نامعلوم
فرحین نوید، لاہور
صبا شیخ، شکارپور
فاطمہ جمیل، آمنہ جمیل، کراچی
سمیعہ توقیر، کراچی
ثروت جہاں، اوتھل
فاطمہ زیب، حویلیاں
ہادیہ فاطمہ، راولپنڈی
محمد حسان، راولپنڈی

نونہال خبر نامہ

س - ف

زمین جیسا سیارہ دریافت

خلائی تحقیق کے امریکی ادارے کے سائنس دانوں نے زمین کے قریب، زمین جیسی جسامت کا سیارہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ اس سیارے کا نام ''پروکسیمابی'' ہے، جو اپنے سورج ''پروکسیما سنٹوری'' کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ یہ سیارہ زمین سے چالیس کھرب کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ اپنے سورج سے ٹھیک اتنے ہی فاصلے پر ہے جیسا کہ ہماری زمین سے ہمارے سورج کا فاصلہ ہے۔ یہ فاصلہ زمین پر زندگی کے لیے موزوں ہے۔ اندازہ ہے کہ اس درجہ حرارت پر یہاں پانی بھی ہوسکتا ہے، جو زندگی کی ضروری شرط ہے۔ یہاں چٹانیں بھی موجود ہیں۔ ابھی یہ معلوم نہیں ہوسکا ہے کہ سیارے کا ہوائی کرہ موجود ہے یا نہیں۔ مزید تحقیق جاری ہے۔

نئی زبانیں

فن لینڈ کے طبی ماہرین نے انکشاف کیا ہے کہ نئی زبانیں سیکھنے سے انسانی دماغ زیادہ متحرک ہو جاتا ہے اور دماغ میں معلومات جذب کرنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نئی زبان سیکھنے سے کئی اور ذہنی اور دماغی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

سب سے بوڑھا گریجویٹ

جاپان کے شہر ہیروشیما کے ایک ٹاؤن میں پیدا ہونے والے ''شگیمی ہیراتا'' نے ۹۶ سال کی عمر میں گریجویشن کی سند حاصل کرلی۔ انھوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ساتھی طلبا کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں نے بھی ان کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے، جنھیں وہ جانتے تک نہیں۔ ہیراتا نے دوسری جنگ عظیم میں جاپانی بحریہ میں ملازمت کرلی تھی۔ ان کے چار نواسے ہیں۔ انھوں نے گینز بک آف ورلڈ رکارڈ سے ''معمر ترین گریجویٹ'' کا سرٹیفکیٹ حاصل کرلیا ہے۔

☆☆☆

سیکڑوں سال بعد

جاوید اقبال

ایک دن بہت پرانے قبرستان میں دو روحیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک روح نے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دوسری سے پوچھا: ''ہم کتنے عرصے پہلے مرے تھے؟''

دوسری روح نے کافی دیر سوچنے کے بعد کہا: ''سیکڑوں سال پہلے، لیکن ابھی

قیامت نہیں آئی ہے۔"

دونوں روحیں علاقے کا جائزہ لینے قبرستان سے نکل پڑیں۔ بدلی ہوئی دنیا دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ پہاڑوں جتنی اونچی عمارتیں سر اُٹھائے کھڑی تھیں۔ ان بلند عمارتوں کو دیکھ کر انھیں ڈر لگا کہ کہیں یہ ان کے اوپر ہی نہ آ گریں۔ صاف شفاف سڑکوں کو دیکھ کر انھیں بہت حیرت ہوئی۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ اِکا دُکا لوگ ہی سڑکوں پر تھے۔ انھیں ایک انسان اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ اس نے جو لباس پہن رکھا تھا، وہ اتنا تنگ تھا کہ خود انھیں گھٹن محسوس ہونے لگی۔ انھوں نے تو اپنی زندگی میں سر سے پاؤں تک کا لباس پہنے ہی انسانوں کو دیکھا تھا۔

دونوں قدیم روحیں بڑے مزے سے سڑک کے درمیان چل رہی تھیں کہ اچانک انھیں اپنے پیچھے شور سنائی دیا۔ دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک خوف ناک بلا شور مچاتی ادھر آتی نظر آئی۔ دونوں روحیں گھبرا کر چیخنے لگیں۔ وہ بلا دھواں چھوڑتی، تیز آواز کے ساتھ ان کے بیچ میں سے گزر گئی۔ دونوں روحیں ڈر کر بھاگیں۔ بھاگتے بھاگتے وہ ریل گاڑی کی پٹری تک پہنچ گئیں۔ دور تک جاتی ہوئی لوہے کی دو لمبی اور چپٹی سلاخوں کو دیکھ کر وہ ششدر رہ گئیں۔ اتنے میں چھک چھک کرتی ریل گاڑی آ گئی۔ ریل گاڑی کو دیکھ کر وہ اتنی خوف زدہ ہوئیں کہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکیں اور ریل گاڑی انھیں روندتی ہوئی گزرنے لگی۔ جانے اس بلا کے جسم کے کتنے حصے ہیں جو ختم ہی نہیں ہو رہے۔ دونوں روحیں سہمی ہوئی سوچ رہی تھیں۔ اللہ اللہ کر کے ریل گاڑی گزری تو وہ اُچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ انھیں ڈر تھا کہ یہ خوف ناک عفریت پھر واپس نہ آ جائے۔ وہ سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگیں۔

اب دونوں روحیں پھر ایک صاف ستھری سڑک پر پہنچ گئیں۔ انھیں ایک فیشن زدہ عورت اِدھر آتی نظر آئی۔ اس کے سر کے بال کسی پرندے کے گھونسلے کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ دونوں روحیں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں۔ اچانک اس عورت کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیگ سے ایک پُراسرار گھنٹی جیسی آواز گونجی۔ اس اچانک آواز سے ڈر کر دونوں روحیں اس بُری طرح اُچھلیں کہ ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں، مگر ان کے ٹکرانے سے ان پر کوئی اثر نہیں ہوا، کیوں کہ دونوں روحیں تھیں۔ عورت نے اپنے تھیلے میں سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی اور کان سے لگا کر باتیں کرنے لگی۔ دونوں روحیں حیران تھیں کہ عورت اکیلے ہی بولے چلے جا رہی ہے۔ کبھی کبھی تھک کر چپ بھی ہو جاتی۔ کچھ سُستا کر دوبارہ بولنے لگتی۔

دونوں قدیم روحیں اب ایک پُل کی دیوار پر بیٹھ گئیں۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ دنیا کے کس حصے میں پھنس گئیں ہیں۔ اتنے میں آسمان پر ایک چیختا چنگاڑتا پرندہ نمودار ہوا۔ وہ کان پھاڑ دینے والے شور کے ساتھ عین ان کے سر پر آ پہنچا۔ ایسا خوف ناک پرندہ انھوں نے اپنی زندگی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ڈر کے مارے ایک نالے میں چھپ گئیں۔ بلا کے گزرنے کے بعد وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر ڈرتے ڈرتے باہر آئیں۔ اسی وقت دو پہیوں والی ایک چھوٹی سی بلا جس پر لوہے کا کنٹوپ پہنے ایک آدمی بیٹھا تھا، چیختی چنگاڑتی، پھسلتی ہوئی ان کی طرف بڑھی۔ آسمان پر وہ خوف ناک پرندہ اور زمین پر پیچھا کرتی اس مصیبت سے ڈر کر دونوں روحیں قبرستان کی طرف بھاگیں۔ بھاگتے بھاگتے وہ قبرستان پہنچیں اور چھلانگ مار کر اپنی اپنی قبروں میں کود کر پناہ لی۔ ☆

ہنڈ کلیا

سبزی کے پکوڑے

مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

دو کپ بیسن میں ملانے والے اجزا

کھانے کا سوڈا : چوتھائی چاے کا چمچہ
پسی لال مرچ : ایک چاے کا چمچہ
گرم مسالا : دو چاے کے چمچے
کٹا ہوا دھنیا : دو کھانے کے چمچے
لیموں کا رس : ایک کھانے کا چمچہ
میدہ تین کھانے کے چمچے

بیسن میں یہ تمام اجزا شامل کر کے نصف کپ پانی ڈال کر گاڑھا پیسٹ بنالیں۔

سبزیاں : آلو (درمیانہ) : ایک عدد
شملہ مرچ : ایک عدد
پالک : چار پتے
بند گوبھی : دو پتے
سویٹ کارن : چوتھائی کپ
پیاز : ایک عدد

ترکیب : آلو کے چھوٹے چوکور ٹکڑے، پیاز، بند گوبھی، پالک کاٹ کر بیسن میں شامل کر دیں۔ سویٹ کارن بھی ڈال دیں۔ کڑھائی میں تیل گرم کریں اور چھوٹے چمچے کی مدد سے تیار آمیزہ آہستہ آہستہ ڈالتے جائیں۔ دھیمی آنچ پر سنہرے ہونے تک تلیں اور ایک ٹرے پر ٹشو پیپر بچھا کر تلے ہوئے پکوڑے ڈالتے جائیں۔ املی کی چٹنی یا ٹماٹو کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

کھجور کی روٹی

مرسلہ : آصف احمد، کراچی

آٹا : آدھا کلو
کھجور : ۵۰ عدد
چینی : حسب ضرورت
پسا ہوا کھوپرا : ایک چاے کی پیالی

ترکیب : کھجور کی گٹھلی نکال کر گرینڈر مشین میں حسب ضرورت پانی اور چینی ملا کر باریک پیس لیں، پھر کھوپرا اور آٹا ڈال کر اور حسب ضرورت پانی ملا کر گوندلیں اور اس کی روٹی یا پراٹھے بنالیں اور چاے یا دودھ وغیرہ کے ساتھ لطف اندوز ہوئیں۔ ☆

بھوکا مسافر

جدون ادیب

میں پڑھنے کی غرض سے شہر میں رہتا تھا اور میرے امی ابو گاؤں میں تھے۔ ابو ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے تھے۔ کچھ آمدنی کھیتوں اور ایک چھوٹے سے باغ سے حاصل ہوتی تھی۔ میں اپنے گاؤں ایبٹ آباد سے کراچی آ کر بڑے بھائی منیر کے پاس رہتا تھا، جو عمارتوں کی ٹھیکے داری کا کام کر رہے تھے۔ مجھے گاؤں سے ابو پیسے بھجواتے تھے، جو میں بھائی کے منع کرنے کے باوجود گھر کے سودے سلف پر خرچ کر دیتا تھا۔ بھابھی ہماری رشتے دار نہیں تھیں، اس لیے ان کے رویے میں ایک اجنبیت ہوتی تھی۔ وہ میرا اس گھر میں رہنا دل سے پسند نہیں کرتی تھیں، مگر بظاہر وہ کچھ نہیں کہتی تھیں۔ میں میٹرک کا امتحان پاس کر کے یہاں آیا تھا اور اب فرسٹ ائر میں حال ہی میں داخلہ لیا تھا۔

اس دن بھائی اور بھابھی آہستہ آواز میں باتیں کر رہے تھے کہ میں اپنا نام سن کر خود پر قابو نہ رکھ سکا اور چھپ کر ان کی باتیں سننے لگا۔ بھابھی میرے یہاں رہنے پر خوش نہیں تھیں۔ وہ بھائی پر زور دے رہی تھیں کہ اپنے بھائی سے کہو کہ کالج ہوسٹل میں رہے۔ یہ سن کر مجھے بہت شرمندگی ہوئی۔

اسی وقت میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے اپنے ایک دوست عامر کے ساتھ اس کے کمرے میں منتقل ہو جانا چاہیے۔ عامر بھی کسی گاؤں سے آیا تھا۔ وہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک ہوٹل میں کام بھی کرتا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں بھی کوئی کام کر لوں گا۔ اس طرح میرا گزارہ ہو جائے گا اور مجھے کسی سے پیسے لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔

دونوں مل کر کمرے کا کرایہ آدھا آدھا دے دیں گے۔

اپنے بھائی کو مشکل سے راضی کر کے آخر میں عامر کے پاس چلا گیا۔ ایک ہفتہ گزرا تو امی ابو نے فون کر کے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ وہ میرے اس طرح الگ رہنے پر خوش نہ تھے۔ کچھ دن بعد ابو کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ میں پھر پریشان ہو گیا۔ میں پیسے خرچ کر چکا تھا اور کوشش کے باوجود کوئی کام بھی نہیں ڈھونڈ سکا تھا۔

میں بے چین ہو گیا اور جلدی جلدی تیاری کی، مگر اصل پریشانی تو پیسے کی تھی۔ بس کا ٹکٹ ڈھائی ہزار کا تھا اور میرے پاس صرف پانچ سو روپے تھے۔ میری مدد بھائی کر سکتے تھے، مگر میرا دل نہیں مان رہا تھا کہ ان سے مدد لوں۔

عامر کا تعلق بھی ایک غریب گھر سے تھا۔ پھر بھی اس نے کہیں نہ کہیں سے بندوبست کر کے دو ہزار روپے مجھے دے دیے۔ جب میں بس میں سوار ہوا تو میری جیب بالکل خالی تھی اور چوبیس گھنٹے سے زیادہ کا سفر تھا۔

فجر کے بعد طویل سفر شروع ہوا تھا۔ ظہر کے وقت بس ایک ہوٹل کے سامنے رکی تو میں نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی اور وہیں بیٹھ کر وقت گزارا اور پانی پی کر بس میں آ کر بیٹھ گیا۔ مغرب تک میری حالت خراب ہو چکی تھی۔ بس نماز کے لیے رکی تو کچھ مسافر ہوٹل میں بیٹھ کر چائے پینے لگے۔ میں نے سوچا کہ کاش کوئی مسافر ایک پیالی چائے مجھے پلا دے۔

بس ایک مرتبہ پھر روانہ ہو گئی۔ ساڑھے نو بجے بس ایک ہوٹل میں رکی۔ اب مجھ پر کم زوری طاری ہونے لگی۔ ایک طرف گہری نیند آ رہی تھی اور دوسری طرف پیٹ میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

درد ہو رہا تھا۔ فجر کی نماز تک میری یہی حالت رہی۔ فجر کی نماز سڑک کے کنارے بنی مسجد میں پڑھی، پھر بس روانہ ہوگئی۔ اکثر مسافر سو رہے تھے۔ اچانک ایک ناکے پر بس کو روک دیا گیا۔ دو اہلکار اوپر چڑھے۔ تیسرے نے ڈرائیور کو بس ایک طرف روکنے کو کہا۔ ڈرائیور نے بس سڑک کے کنارے لگائی اور نیچے اُتر کر پولیس موبائل کے پاس کھڑے افسر کے پاس جا کر بات کرنے لگا۔

جو دو اہلکار اوپر چڑھے تھے، وہ سب مسافروں کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ وہ میرے پاس بھی آئے۔ مجھے غور سے دیکھا، پھر اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر اس میں چیک کیا، میرا نام پوچھا اور نیچے اُتر گئے۔

بس کافی دیر رکی رہی۔ مسافروں میں بے چینی پیدا ہونے لگی۔ آخر کچھ لوگ ڈرائیور کے پاس گئے۔ ڈرائیور نے بتایا کہ پولیس کا کوئی بڑا افسر آ رہا ہے، تب تک بس رُکی رہے گی۔

تھوڑی دیر اور گزری تو ڈرائیور نے افسر سے جا کر کوئی بات کی۔ افسر نے فون پر کسی سے بات کی، پھر مسافروں کے پاس آ کر انھیں خوش خبری سنائی کہ ہم تھوڑی دور واقع ایک ہوٹل میں جا کر کچھ دیر رکیں گے۔ سب کا کھانا پینا پولیس کی طرف سے مفت ہوگا!

سب کے ساتھ ساتھ مجھے بھی خوشی ہوئی۔ بس روانہ ہوئی، پولیس کی موبائل، بس کے آگے آگے چل رہی تھی۔ تھوڑی دور ایک ہوٹل پر جا کر بس اور موبائل دونوں رُک گئیں۔ سارے مسافر خوشی خوشی نیچے اُترنے لگے۔ میں قدرت کی اس مدد پر بہت خوش

تھا۔ شدید بھوک میں بغیر مانگے مجھے کھانا مل رہا تھا۔ میں جیسے ہی بس سے نیچے اُترا۔ ایک اہلکار نے میرا بازو پکڑ لیا اور بولا: ''آپ اس طرف آ جائیں۔''

سارے مسافر مجھے عجیب عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے ہوٹل میں مفت ناشتے کے لیے چلے گئے اور میں بے بسی کے عالم میں پولیس کی حراست میں وہیں کھڑا رہا۔

مجھے اب تک پولیس نے کچھ نہیں بتایا تھا کہ مجھ سے کیا جرم سرزد ہوا ہے؟

اچانک ایک بڑی وین آ کر ہوٹل پہ رُکی۔ چار گن مین اُترے۔ اگلا دروازہ کھلا تو دو افراد نیچے اُترے۔ ایک تو میری عمر کا لڑکا تھا اور دوسرا ادھیڑ عمر شخص کوئی بڑا افسر معلوم ہو رہا تھا۔ پولیس اہلکار تیزی سے ان کی طرف بڑھے اور قریب جا کر سیلوٹ کرنے لگے۔

پھر میں نے اس لڑکے کو پہچان لیا۔ وہ میرا ہم جماعت اظفر تھا، جس کے والد کسی اہم محکمے میں بڑے عہدے پر فائز تھے۔

اب ایک پل میں سب کچھ بدل گیا۔ دراصل یہ بزم جو بچی تھی، وہ میرے لیے تھی۔ بس کے مسافر جو دعوت اُڑا رہے تھے، وہ دراصل میری وجہ سے تھی۔

اظفر ایبٹ آباد میں آرمی کے بڑے کالج میں پڑھنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے والدین سے یہ اجازت اس شرط پر لی تھی کہ میں اس کے ساتھ پڑھوں گا، کیوں کہ میرا گھر بھی وہیں تھا اور چھٹی کے دن اظفر کو یہ سہولت میسر ہوتی کہ وہ میرے گھر میں رہ سکتا تھا۔ اس کے گھر والے اسی طرح مطمئن ہو سکتے تھے۔

اظفر نے مجھے کراچی میں تلاش کیا تو پتا چلا کہ میں آج صبح ہی ایبٹ آباد روانہ

ہو گیا ہوں۔ اس نے اپنے والد کی مدد سے مجھے میرے گھر پہنچنے سے پہلے پکڑ لیا۔ اس نے کچھ ہی دیر میں مجھے راضی کر لیا کہ ہم دونوں ایبٹ آباد میں ایک ہی کالج میں پڑھیں گے۔ تب میرا سفر دوبارہ شروع ہوا، مگر اب میں ایک سرکاری جیپ میں سفر کر رہا تھا۔ اب میرا پیٹ بھرا ہوا تھا اور دل باغ باغ تھا۔ ☆

سمندر

یہ سمندر ہے۔ اس میں پانی ہے...... سمندر میں پانی کی کبھی کمی نہیں ہوتی...... اس میں اُتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ جب یہ چڑھائی کرتا ہے تو کسی کی نہیں مانتا، خواہ کیسا ہی لاٹ صاحب کیوں نہ ہو۔

ایک بادشاہ کو اس کے مصاحبوں اور درباریوں نے یقین دلایا کہ ساری دنیا آپ کے حکم کی تابع ہے۔ آپ کا حکم زمین پر چلتا ہے، ستاروں پر چلتا ہے، اخباروں پر چلتا ہے، ہوا پر چلتا ہے اور سمندر پر بھی چلتا ہے۔

ایک روز بادشاہ سلامت سمندر کے کنارے کرسی بچھائے بیٹھے تھے۔ لوگوں سے پوچھا: ''یہ جو لہریں بڑھی آ رہی ہیں، ہمیں تنگ تو نہ کریں گی؟''

مصاحبوں نے کہا: ''حضور! ان کی کیا مجال ہے۔ الٹا لٹکوا دیں گے۔'' اس پر بھی لہریں جھپٹ کر آئیں۔

بادشاہ سلامت بہت ناراض ہوئے سختی سے ڈانٹا: ''اے سمندر! خبردار، پرے ہٹ جا، میرے پاؤں بھیگتے ہیں۔'' سمندر نے ایک نہ سنی، بادشاہ کو بھگو دیا۔ قریب قریب ڈبو دیا۔

بادشاہ سلامت نے اپنے درباریوں اور مصاحبوں سے جواب طلب کیا: ''وجہ بیان کرو۔ تمھارے خلاف کیوں نہ کارروائی کی جائے؟ تمھارا تو بیان تھا کہ میری سلطنت عام ہے۔ سمندر تک میرا غلام ہے۔''

لیکن یہ اقدام بعد از وقت تھا۔ اس دوران بادشاہ سلامت کے خلاف سمندر اپنی کارروائی کر چکا تھا۔ بادشاہ کو پہلے یہ بات سوچنی چاہیے تھی۔

(ابنِ انشا کی تحریر سے ماخوذ)

بیت بازی

اے عدمؔ! احتیاط لوگوں سے
لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

شاعر: عبدالحمید عدمؔ — پسند: ناہید ہم، دہجیر

کہاں گئے مری مصروف ساعتوں کے رفیق
صدائیں دیتی ہیں اب ان کو فرصتیں میری

شاعر: مولانا کوثر نیازی — پسند: عادل رسول، سیالکوٹ

دنیا میں اب خلوص ہے بس مصلحت کا نام
بے لوث دوستی کے زمانے گزر گئے

شاعر: ساحر لکھنوی — پسند: ماہ نور طاہر، لیاقت آباد

موم کے پتلوں نے اب کے یہ ہم سفری کی شرط رکھی
دھوپ کا صحرا بھی کٹ جائے، سفر بھی سائے سائے ہو

شاعر: اقتباہ ساجد — پسند: خرم خان، نارتھ کراچی

عجب اُصول ہیں اس کاروبار دنیا کے
کسی کا قرض ، کسی اور نے اُتارا ہے

شاعر: امجد اسلام امجد — پسند: شائلہ ذیشان، ملیر

ایسا لگتا ہے ہر امتحاں کے لیے
زندگی کو ہمارا پتا یاد ہے

شاعر: بشیر بدر — پسند: آمنہ ریحان، اسلام آباد

سارے شہر میں صرف یہی تو سچے لگتے ہیں
چھوٹے چھوٹے بچے مجھ کو اچھے لگتے ہیں

شاعر: عارف شفیق — پسند: اُسیمہ ریان طارق، کراچی

آ کے پتھر تو مرے صحن میں ، دو چار گرے
جتنے اس پیڑ کے پھل تھے ، پسِ دیوار گرے

شاعر: شکیب جلالی — پسند: رافع اکرم، لیاقت آباد

زندگی کی دوڑ میں جس نے کیا مجھ کو شریک
حوصلہ دیتا تھا ، لیکن راستہ دیتا نہ تھا

شاعر: افضل باقی — پسند: بتول ادریس، لاہور

میں دشمن کی طرف داری کی خاطر
بسا اوقات خود سے بھی لڑا ہوں

شاعر: محسن بھوپالی — پسند: آفاق احمد، سکھر

آیا نہیں پلٹ کے کوئی بھی گیا ہوا
میں خود ہی جاؤں گا اب انھیں ڈھونڈتا ہوا

شاعر: شان الحق حقی — پسند: ارشد بلال، میرپور خاص

زرد چہروں کو تبسم نے کیا ہے رُسوا
ورنہ ظاہر بھی نہ ہوتا کہ پریشاں ہے کوئی

شاعر: شاد عارفی — پسند: ابن قدیر، حیدر آباد

آنے والے کسی طوفان کا رونا رو کر
نا خدا نے مجھے ساحل پہ ڈبونا چاہا

شاعر: زاہد ملک — پسند: محمد حسین، لاڑکانہ

میں بھی سمجھے ہوئے تھا دوسروں کی طرح ظفرؔ
کہ مرے شہر پہ حملہ نہیں ہونے والا

شاعر: ظفر اقبال — پسند: سید احمد اسد، ساہیوال

ہنسی گھر

☺ ابو (ریان سے): "اُمیمہ سے تمھاری لڑائی کس طرح ختم ہوئی؟"

ریان: "وہ گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی میرے پاس آئی۔"

ابو: "واہ! کمال ہوگیا۔ اچھا، اُمیمہ نے اپنی ہار مانتے ہوئے کیا کہا؟"

ریان: "کہنے لگی، چلو نکلو چارپائی کے نیچے سے، اب تمھیں کچھ نہیں کہوں گی، آیندہ زبان سنبھال کر بات کرنا۔"

مرسلہ : ماہ نور اشعر، دستگیر

☺ ایک ہوا باز اپنا جہاز رن وے پر اُتارتے ہوئے بہت خوش تھا۔ نیچے عملے نے بھی اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ایک ائیر مین اس کا ہیلمٹ اُتروانے میں اس کی مدد کرنے لگا۔ ہوا باز نے بڑے فخر سے کہا: "آج میں نے دشمنوں کا بہت نقصان کیا ہے، دو جہاز گرائے، ایک آبدوز تباہ کی اور ایک بحری جہاز تباہ کر دیا ہے۔"

لیکن سر جی! آپ نے ایک بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"وہ کیا بھئی؟"

"وہ یہ کہ آپ غلطی سے اسی دشمن ملک کے ہوائی اڈے پر ہی اُتر گئے ہیں۔"

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

☺ بیوی نے شوہر سے کہا: "پہلے آپ مجھے یہ منھ اور مسور کی دال کا طعنہ دیا کرتے تھے، لیکن اب کافی عرصے سے آپ نے مجھے طعنہ نہیں دیا۔"

شوہر نے جواب دیا: "جب سے مجھے مسور کی دال کا بھاؤ معلوم ہوا ہے، بس اسی دن سے میں نے تمھیں اتنا قیمتی طعنہ دینا بھی ختم کر دیا۔"

مرسلہ : ماہ رُخ خلیل، فیصل آباد

☺ استاد: "اگر میں تمھارے والد کو پانچ ہزار روپے دوں اور ان کو صرف دو ہزار کی ضرورت ہو تو وہ مجھے کتنے روپے واپس کریں گے؟"

شاگرد: ''ایک رُپیا بھی نہیں۔''

استاد: ''تم حساب نہیں جانتے؟''

شاگرد: ''آپ میرے ابو کو نہیں جانتے۔''

مرسلہ : نیاز قدیر، کراچی

ایک چور، ایک امیر توتلے سیٹھ کے گھر رات کو چوری کرنے گیا، اتفاق سے توتلے سیٹھ کی آنکھ کھل گئی اور اس نے پھرتی سے چور کو دبوچ لیا اور کہا: ''میں تمھیں مال (مار) دوں گا۔''

یہ سن کر چور کی آنکھیں چمک اُٹھیں، پوچھا: ''کتنا؟''

مرسلہ : سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

مرغی کا ایک چوزہ اپنی ماں سے بولا: ''ماں! جب انسان پیدا ہوتے ہیں تو اپنا نام رکھ لیتے ہیں، ہم لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے؟''

مرغی: ''بیٹا! ہمارے نام مرنے کے بعد رکھے جاتے ہیں، مثلاً چکن تکہ، چکن ملائی، چکن بوٹی، چکن چلی، چکن کڑاہی وغیرہ۔''

مرسلہ : قراۃ العین، اورنگی ٹاؤن

ایک افسر فوج کا معائنہ کر رہا تھا۔ سب فوجی لائن میں کھڑے تھے۔ افسر نے گل خان نامی فوجی سے پوچھا: ''یہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟''

گل خان: ''سر! یہ بندوق ہے۔''

افسر: ''یہ تمھاری پہچان ہے، تمھاری عزت ہے، یہ تمھاری ماں ہے۔'' اس کے بعد افسر نے رب نواز سے پوچھا: ''یہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟''

رب نواز: ''سر! یہ گل خان کی ماں ہے، اور ہماری خالہ ہے۔''

مرسلہ : عرشیہ نوید، کراچی

''ڈاکٹر صاحب! کیا سگرٹ پینے سے دماغ کو بھی نقصان پہنچتا ہے؟'' ایک خاتون نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

''نہیں۔'' ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا: ''کیوں کہ جس کے پاس دماغ ہوگا وہ تو سگرٹ پیے گا ہی نہیں۔''

مرسلہ : روبینہ ناز، رتن تلاؤ

احسن صاحب، ارشد صاحب کے گھر گئے تو انھوں نے پوچھا: ''چائے پئیں گے؟''

احسن صاحب نے جواب دیا: ''ہاں، لیکن کھانے کے بعد۔''

مرسلہ : فاطمۃ الزہرہ، کراچی

😊 پپو: ''امی! امی! کیا اخبار والا بل میں رہتا ہے؟''

امی: ''نہیں بیٹا! تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''

پپو: ''امی! کل ابو پوچھ رہے تھے کہ اخبار والے کا بل کہاں ہے۔''

مرسلہ : سید سفیان کریم، گلزار ہجری

😊 گاہک نے دکان دار سے پوچھا: ''بھائی! یہ سموسا کتنے کا ہے؟''

دکان دار نے جواب دیا: ''دس روپے کا ہے۔''

گاہک: ''چٹنی کتنے کی ہے؟''

دکان دار نے جواب دیا: ''چٹنی مفت ہے۔''

گاہک: ''چٹنی دے دو میں گھر جا کر روٹی کے ساتھ کھالوں گا۔''

مرسلہ : ملک صاحب نورزئی، لائٹ ہاؤس

😊 چھوٹا بھائی: ''بلی دُم کیوں ہلاتی ہے؟''

بڑا بھائی: ''کیوں کہ دُم بلی کو نہیں ہلا سکتی۔''

مرسلہ : محمد عبداللہ افتخار، لاہور

😊 ماں: ''بیٹا! دھوپ میں کیا کر رہے ہو؟''

بیٹا: ''امی! پسینا سکھا رہا ہوں۔''

مرسلہ : اُسامہ ملک، جگہ نا معلوم

😊 ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا: ''تمھارا وہ رشتے دار جو اسپتال میں زیرِ علاج تھا کیا صحت یاب ہوگیا؟''

دوسرے نے جواب دیا: ''ہاں، وہ تو صحت یاب ہوگیا، لیکن اس کے والد کا اچانک انتقال ہوگیا۔''

پہلے شخص نے پوچھا: ''وہ کس طرح؟''

دوسرے نے جواب دیا: ''اسپتال کا بل دیکھ کر ان کا ہارٹ فیل ہوگیا تھا۔''

مرسلہ : انس ریاض، ملتان

😊 ماں: ''بیٹا! ایک گلاس پانی دینا۔''

بیٹا: ''امی جان! ذرا رُک جائیں، اس وقت بہت مصروف ہوں۔''

ماں: ''کیا کر رہے ہو؟''

بیٹا: ''آپ نے جو مٹھائی چھپا کر رکھی ہے، وہ تلاش کر رہا ہوں۔''

مرسلہ : علی حیدر لاشاری، لاکھڑا

انعامی سلسلہ ۲۵۱

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸۔نومبر ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین اکارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت عثمان غنیؓ تقریباً .... سال خلیفہ رہے۔ (۱۰ - ۱۲ - ۱۵)

۲۔ حضرت امام حسینؓ سنہ .... میں پیدا ہوئے تھے۔ (۳ ہجری - ۶ ہجری - ۸ ہجری)

۳۔ مشہور مسلمان عالم دین شاہ ولی اللہ کا اصل نام .... تھا۔ (حلیم الدین - سلیم الدین - عظیم الدین)

۴۔ لیبیا براعظم .... کا ایک اسلامی ملک ہے۔ (افریقا - ایشیا - آسٹریلیا)

۵۔ ''لزبن'' .... کا دارالحکومت ہے۔ (بنگال - پرتگال - نیپال)

۶۔ جمہوریہ آذر بائیجان کی کرنسی .... کہلاتی ہے۔ (ریال - روبل - منات)

۷۔ مادھو لال حسین .... کے صوفی شاعر تھے۔ (سندھی - پشتو - پنجابی)

۸۔ مشہور ادیبہ قرۃ العین حیدر، مشہور ادیب سجاد حیدر یلدرم کی .... تھیں۔ (بیٹی - بھانجی - بھتیجی)

۹۔ جب پاکستان میں دن کے ۱۲ بجتے ہیں تو ایران میں صبح کے ساڑھے .... بجے کا وقت ہوتا ہے۔ (نو - دس - گیارہ)

۱۰۔ آزاد کشمیر کے پہلے صدر .... تھے۔ (سردار محمد ابراہیم خان - سردار محمد عبدالقیوم خان - سردار سکندر حیات خان)

۱۱۔ ہوا کا دباؤ معلوم کرنے کے لیے .... استعمال کیا جاتا ہے۔ (بیرومیٹر - ہائیڈرومیٹر - کرونومیٹر)

۱۲۔ کیکڑے کی .... ٹانگیں ہوتی ہیں۔ (آٹھ - دس - بارہ)

۱۳۔ پانی .... درجے فارن ہائیٹ پر جم جاتا ہے۔ (صفر - ۲۰ - ۳۲)

۱۴۔ ''POPPY'' انگریزی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (دار چینی - خشخاش - سونف)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ ہے ''نقار خانے میں توتی کی .... کون سنتا ہے۔'' (آواز - فریاد - پکار)

۱۶۔ علامہ اقبال کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر .... گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر (بجلی - برق - آگ)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۵۱ (نومبر ۲۰۱۶ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-نومبر ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (نومبر ۲۰۱۶ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-نومبر ۲۰۱۶ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکا دیجیے۔

نونہال ادب کی دل چسپ کتابیں

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کا شعبہ نونہال ادب نونہالوں کے لیے دل چسپ اور سبق آموز کہانیاں اور معلوماتی کتابیں شائع کرتا ہے۔ ان کی قیمتیں بہت کم رکھی جاتی ہیں۔ نونہال فرصت کے وقت مفید کتابیں پڑھیے اور معلومات بڑھائیے۔

نام کتاب	مصنف/مرتب	قیمت
چوتھا چور	مرزا ادیب	۱۰ رُپے
چور اور درویش	سید حسن عباس	۲۰ رُپے
خود تماشا بن گئے	حسن ذکی کاظمی	۴۲ رُپے
رکی نکی	شکیل صدیقی	۲۵ رُپے
راج ہنس	شکیل صدیقی	۴۰ رُپے
آپس کی باتیں	ڈاکٹر شان الحق حقی	۸۰ رُپے
ہمارے عظیم سائنس داں	حکیم محمد سعید	۶۰ رُپے
زھنگ بان قیاؤ کا انصاف	رفیع الزمان زبیری	۲۰ رُپے
سفید ہاتھی	مرزا ادیب	۱۰ رُپے
سینگ کی تلاش	سید حسن عباس	۲۵ رُپے
سنگتراش	رفیع الزمان زبیری	۱۶ رُپے
سچا وعدہ	رفیع الزمان زبیری	۱۲ رُپے
عبداللہ دریائی	محمد رضا قریشی	۱۶ رُپے
عبدالرزاق پہلوان	سید حسن عباس	۲۵ رُپے

فال دیکھنے والا	رحمان بیری محمد جانف	۱۵ رُپے
قصہ اژدہا پکڑنے کا	سعدیہ راشد	۲۵ رُپے
کھلونا نگر	غازی کمال رشدی	۲۵ رُپے
کھجور کا باغ	مرزا ادیب	۱۰ رُپے
گلاب ڈھیری کا نیلم	انور سعید صدیقی	۱۴ رُپے
گھنٹی	قیوم تانگری قلیف	۱۲ رُپے
ہوا کا فرشتہ	رفیع الزمان زبیری	۱۰ رُپے
گمشدہ شہر کی تلاش	سعید اختر	۱۸ رُپے
مونٹی کرسٹو کا نواب	مسعود احمد برکاتی	۴۰ رُپے
مچھیرے کا لڑکا	عظیم خلیلی	۱۵ رُپے
میری ماں کہاں ہے	رفیع الزمان زبیری	۱۲ رُپے
وہ درخت	مرزا ادیب	۱۰ رُپے

(جاری ہے)

نونہال بک کلب

کلب کے ممبر بنیں اور اپنی ذاتی لائبریری بنائیں بس ایک سادہ کاغذ پر اپنا نام، پورا پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں بھیج دیں۔ ممبر بننے کی کوئی فیس نہیں ہے ہم آپ کو ممبر بنالیں گے اور ممبر شپ کارڈ کے ساتھ کتابوں کی فہرست بھی بھیج دیں گے۔ ممبر شپ کارڈ کا نمبر لکھ کر آپ نونہال ادب کی کتابوں کی خریداری پر ۲۵ فی صد رعایت حاصل کر سکتے ہیں ان کتابوں سے لائبریری بنائیں اور علم کی روشنی پھیلائیں۔

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

جھوٹی خبر

عبداللہ بن مستقیم

شرپسندوں کے ایک گروہ نے شہر میں بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ امن و امان کی بحالی کے لیے آئی جی صاحب نے یہ معاملہ خفیہ پولیس کے انسپکٹر راشد کو سونپا۔ شہر کے حالات پر ان کی پہلے ہی بہت گہری نظر تھی، اس لیے انھوں نے فوراً کام کرنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے تو وہ شہر کے جدید ترین اسپتال گئے۔ وہاں ایک ضروری کام سے فارغ ہو کر سیدھے ایک بڑے اخبار کے دفتر گئے۔ ایک خبر لگانے کے لیے ایڈیٹر کو آئی جی صاحب کا حکم نامہ دکھایا اور معاملے کو راز میں رکھنے کا کہا۔

اگلے دن صبح اخبار نے سرخیوں میں یہ خبر چھاپی: ''کل رات ایک اہم اجلاس میں شرپسندوں کو ختم کرنے کا پلان ترتیب دے دیا گیا۔'' نیچے انسپکٹر راشد کا بیان لگایا گیا، جس میں انھوں نے کہا تھا کہ اس پلان کے ذریعے ہم ایک ہفتے کے اندر اندر گروہ کا صفایا کر دیں گے۔

اسی دن شام کو انسپکٹر راشد معمول کے مطابق دفتر سے گھر کی طرف آ رہے تھے کہ انھیں اپنے پیچھے تعاقب کا احساس ہوا۔ ایک کالے رنگ کی کار ان کا تعاقب کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اپنی گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ جلد ہی وہ گاڑی ان سے آگے نکل گئی اور تھوڑی دور جا کر سڑک پر ترچھی ہو کر اس طرح رک گئی کہ آگے جانے کا راستہ بند ہو گیا۔ فوراً ہی چار لمبے تڑنگے نقاب پوش کار سے اُترے اور ان کی گاڑی کی طرف بڑھے۔ انسپکٹر راشد چاہتے تو انھیں نشانہ بنا سکتے تھے، مگر کچھ سوچ کر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ جب وہ نزدیک آئے تو انھوں نے سر باہر نکال کر پوچھا: ''کون ہو تم لوگ؟''

جواب میں انھوں نے کوئی چیز ان کے ناک پر رکھی اور اس کے بعد انھیں کچھ ہوش نہ رہا۔ ہوش آیا تو انھوں نے اپنے آپ کو ایک کرسی سے بندھا پایا۔ ہوش میں آ کر دیکھا تو سامنے ایک شخص ٹانگ پر ٹانگ رکھے کرسی پر بیٹھا تھا۔ پھر انھوں نے ادھر اُدھر نظریں گھمائیں تو کمرے کے چاروں طرف نقاب پوش ہاتھوں میں گنیں لیے کھڑے تھے۔ آخر انھوں نے سامنے بیٹھے شخص سے پوچھا: ''کون ہو تم؟''

''تمھاری موت!''

''لیکن شکل سے تو تم چائے والے لگتے ہو۔''

''چٹاخ!!'' ایک زوردار طمانچہ انسپکٹر راشد کے منہ پر لگا۔ بندھے ہونے کی وجہ سے وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے، لہٰذا خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

''میں اس گینگ کا باس ہوں، باس۔'' اس نے 'باس' پر زور دیتے ہوئے کہا،

پھر بولا: ''بتاؤ تم نے کیا پلان بنایا ہے ہمارے گروہ کو ختم کرنے کے لیے؟''

''بتا دوں گا تو تم لوگ مجھے مار دو گے۔''

''وہ تو ویسے بھی مار دیں گے، پھر تمھارے آئی جی کو یہاں لا کر اس کی بھی خبر لیں گے۔ پولیس کو ایسا دھچکا دیں گے کہ آیندہ کوئی ہمیں ختم کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکے گا۔''

''تو سنو! ایسا کوئی پلان ہم نے ترتیب دیا ہی نہیں۔'' انسپکٹر راشد نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''کیا!! بکواس، میں نہیں مانتا۔''

''ہاں، میں نے خود پریس والوں سے جا کر یہ خبر چھاپنے کے لیے کہا تھا، تا کہ تم مجھے اغوا کر کے پلان کے بارے میں پوچھو اور میں تم تک پہنچ جاؤں اور دیکھ لو، میں تم تک پہنچ چکا ہوں۔'' انسپکٹر راشد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یہ جملہ سن کر باس چونکا، مگر پھر سنبھل کر بولا: ''یہاں سے تو اب صرف تمھاری لاش ہی جائے گی۔ اس وقت ہم نے تمھیں جہاں رکھا ہوا ہے، وہاں تو پولیس پر بھی نہیں مار سکتی۔''

''پر نہیں مار سکتی، مگر چھاپہ تو مار سکتی ہے نا۔''

میرے بالوں میں ایک عدد مائیکرو چپ چھپی ہوئی ہے، جو میرے ساتھیوں کو یہ بتا رہی ہے کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔ بس وہ یہاں پہنچنے والے ہی ہوں گے۔''

یہ سن کر باس زور سے دہاڑا: ''مار دو اسے! اور نکلو یہاں سے!''

فوراً ہی کمرے میں کھڑے نقاب پوشوں کی بندوقیں انسپکٹر راشد کی طرف

تن گئیں۔ اچانک کمرے کی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹ کر اندر کی طرف گرا۔ کلاشنکوف والے انسپکٹر راشد کو بھول گئے اور انھوں نے کھڑکی کی طرف فائر کھول دیا، مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اچانک دوسری طرف کی کھڑکیاں ٹوٹیں اور پولیس کے کمانڈوز چھلانگیں لگاتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ نقاب پوش سمجھ رہے تھے کہ پولیس والے پچھلی طرف سے نہیں آپائیں گے، اس لیے وہ اس اچانک حملے سے گھبرا گئے۔ اسی گھبراہٹ میں جب وہ کھڑکیوں سے کودنے والے کمانڈوز کی طرف متوجہ ہوئے تو موقع کا فائدہ اُٹھا کر چند سپاہی بھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اب نقاب پوش اور ان کا باس دونوں طرف سے گھر گئے تھے، نتیجتاً یہ کہ انھوں نے ہتھیار ڈال دیے اور شہر میں امن قائم ہو گیا۔

☆☆☆

تیندوا

تمثیلہ زاہد

تیندوا ایک نڈر اور طاقتور جانور ہے، جس کی کھال کا رنگ ہلکے اور گہرے سنہری رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کی کھال پر سیاہ چوکور یا گول دھبے ہوتے ہیں۔ ان دھبوں کی شکل چوں کہ گلاب کے پھول جیسی ہوتی ہے، اس لیے اسے "روسیٹس" بھی کہتے ہیں۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ یہ دھبے ہر تیندوے کی کھال پر الگ الگ شکلوں میں موجود ہوتے ہیں۔

تیندوے کا تعلق بلیوں کے خاندان سے ہوتا ہے۔ جنگلات اور پہاڑوں پر رہنے والے تیندوے میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ شیر تو درختوں پر نہیں چڑھ سکتے ہیں، مگر یہ نہ صرف درختوں پر پھرتی سے چڑھ سکتے ہیں، بلکہ پانی میں تیرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

تیندوے کو انگریزی زبان میں LEOPARD کہتے ہیں۔ ان کے تیز پنجوں میں یہ صلاحیت بھی ہوتی ہے کہ یہ عام طور پر پنجے اپنی کھال کے اندر رکھتے ہیں۔ شکار کے وقت وہ اپنے تیز پنجوں اور دانتوں کا استعمال کرتے ہیں۔ جانوروں، پرندوں کے گوشت کے علاوہ مچھلی بھی شوق سے کھاتے ہیں۔ چوں کہ تیندوے پانی میں تیر سکتے ہیں، اس لیے مچھلی اور کیکڑوں کا شکار شوق سے کرتے ہیں۔ تیندوے کی آنکھیں انسانی آنکھ سے چھے گنا زیادہ تیز ہوتی ہیں، خاص طور پر رات کے وقت شکار کرتے ہوئے کام آتی ہیں۔ تیندوے کے بھاگنے کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ یہ ستر سے اسی کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ سکتے ہیں اور دس فیٹ اونچی اور تقریباً بیس فیٹ لمبی چھلانگ لگا سکتے ہیں۔

تیندوے اپنا شکار پھرتی سے کر کے عام طور پر درخت پر لے جاتے ہیں اور وہیں سکون سے بیٹھ کر کھاتے ہیں، کیوں کہ زمین پر اپنا شکار چھوڑ دینے کا مطلب ہے کہ اپنا نوالہ دوسرے کے لیے چھوڑ دینا۔ تیندوے کا زیادہ تر وقت درختوں پر رہ کر ہی گزرتا ہے۔ ☆

ماموں کا فیصلہ

محمد فاروق دانش

شدید گرمی کی دوپہر میں نیم کے گھنے درخت کے سائے میں چارپائی پر ماموں منصور اپنے اچھے وقتوں کو یاد کر رہے تھے۔ سب انھیں ماموں ہی کہتے تھے۔ ان کے سامنے گاؤں کے وسط سے گزرنے والی چھوٹی ندی میں گاؤں کے بچے ڈبکیاں لگا کر گرمی کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ندی زیادہ گہری نہیں تھی، اس لیے اس میں کسی بچے کے ڈوبنے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ماموں کا دودھ کا باڑا گھر کے ایک حصے میں قائم تھا، جہاں ان کی تین لاڈلی بھینسیں، کالی، بھوری اور سانولی باڑے کی سوکھے پتوں سے بھری زمین پر بیٹھی جگالی میں مصروف تھیں۔ ماموں نے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا اور چارپائی پر رکھے

گاؤ تکیے سے ٹیک لگالی۔ انھیں اپنے بچپن کے دن یاد آنے لگے جب وہ اپنے والد سے جیب خرچ لے کر سالانہ میلے کا رُخ کرتے تھے۔

اس دور میں منہگائی اس قدر نہ تھی، استعمال کی اکثر چیزیں سستی ہونے کی وجہ سے وہ پانچ روپے میں کچھ کھلونے اور بعض اوقات اجرک، ٹوپی یا چپل بھی خرید لیا کرتے تھے۔ ماموں نے ماضی کے جھروکوں سے نکل کر ایک بار پھر باڑے کی طرف نظر دوڑائی اور تینوں بھینسوں کا جائزہ لیا۔

ماموں ایک شریف اور محنتی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد اللہ داد نے انتہائی محنت سے اس گاؤں میں یہ مکان حاصل کیا تھا، جس کے آدھے حصے پر باڑا قائم کیا گیا تھا۔ دن رات کی محنت کے سبب ان کے کاروبار میں بہتری ہونے لگی اور پیسوں کی ریل پیل سے ان کے گھریلو اخراجات آسانی سے پورے ہونے لگے۔

گاؤں کے قریب کوئی ہائی اسکول نہ ہونے اور دیگر گھریلو مسائل کی وجہ سے ماموں صرف پانچ جماعتیں ہی پڑھ سکے تھے۔ والد کے انتقال کے بعد انھیں کوئی نوکری ملنے کی اُمید تو نہ تھی، اسی لیے انھوں نے باڑا سنبھالنے اور دودھ فروشی کے کاروبار کو بڑھانے کی ٹھان لی۔

ماموں منصور کے باڑے پر شام ہوتے ہی خریداروں کا ہجوم ہو جاتا۔ وہ سب کے سامنے بالٹی میں بھینسوں کا دودھ نکالتے اور ایک بڑا جالی دار کپڑا ڈھک کر دودھ باڑے کے باہر موجود چھپر کے نیچے موجود تخت پر رکھ کر وہیں ایک گھنٹے میں تمام دودھ فروخت کر دیتے تھے۔ ان کی ایک بھینس ایک وقت میں سات سے نو کلو دودھ دیا کرتی تھی جو ماموں بغیر کسی ملاوٹ کے عام نرخ کے مطابق ہی فروخت کر دیا کرتے۔ یہ

اللہ ہی کی کرم نوازی تھی کہ نہ ان کی بھینسیں بیمار ہوتی تھیں، نہ انھیں کسی قسم کی ناگہانی آفت کا سامنا تھا۔ گاؤں کے لوگ تازہ دودھ کی فراہمی سے بے حد خوش تھے، لیکن وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ چند برس ایسے ہی گزرے، پھر مرکزی شاہراہ پر ایک ڈیری فارم کھل گیا، جہاں تازہ اور خالص دودھ سستے داموں میسر تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاؤں کے دیگر علاقوں میں بھی ڈیری فارم قائم ہونے لگے۔ وہاں سے دودھ گھروں پر بھی فراہم ہونا شروع ہو گیا۔

عمدہ اور سستے دودھ کی خاطر ماموں سے دودھ لینے والے کئی افراد نے ڈیری فارم کا رُخ کرنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگوں نے گھر پر ہی دودھ لگوا لیا۔ یوں ماموں کے باڑے پر خریداروں کی تعداد کم ہونے لگی۔ اکثر دودھ بچ جایا کرتا۔ کبھی انھیں یہ دودھ

کم نرخوں میں فروخت کرنا پڑتا اور کبھی شدید گرمی کے باعث کافی دودھ خراب ہو جاتا۔ یہ صورتِ حال ان کی فکر اور پریشانی کا سبب تھی۔ ماموں حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف طریقوں پر غور کرنے لگے، لیکن ان کی نیک نیتی اور دیانت داری نے انھیں کوئی بھی غلط قدم اُٹھانے سے ہمیشہ باز رکھا۔

ایک بار ماموں کے ایک قریبی دوست نے بھی مشورہ دیا کہ وہ بھینسوں کو انجکشن لگا دیا کرے جس سے دودھ کی پیداوار بڑھ جائے گی۔ اسی طرح ملاوٹ کے دیگر طریقے بھی بتائے جس سے وہ ڈیری والوں سے مقابلہ کرکے دودھ سستے داموں فروخت کر سکے گا، مگر ان کے لیے ایسے فارمولے ناقابل قبول تھے۔ اس اُلجھن اور پریشانی میں ان کا کاروباری مستقبل داؤ پر لگا ہوا تھا۔

آج کل وہ گھر میں آرام کرنے کے بجائے نیم کے پیڑ کے سائے میں اُداس بیٹھے سوچ میں غرق رہتے تھے۔

ایک روز وہ بیٹھے کچھ سوچنے میں مصروف تھے کہ ان کا پھوپھی زاد بھائی، جو دور کسی دوسرے گاؤں میں رہتا تھا، اپنے گدھے پر بیٹھا مٹی دھول میں اَٹا ہوا آیا اور گدھے سے اُتر کر ان کی جانب بڑھا۔ ماموں نے اسے گدھے کی لگام درخت کے قریب لگی کھونٹی میں باندھنے کا اشارہ کیا۔

''کیا بات ہے؟ آج اتنی دوپہر میں، سخت گرمی میں کیسے آنا ہو گیا؟''

ماموں نے مٹکے سے پانی کا گلاس بھرا اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

اس نے چارپائی پر ماموں کے برابر بیٹھ کر پہلے رومال سے اپنا چہرہ صاف کیا، پھر پانی پینے کے بعد کہا: ''جی بھائی! بات ہی کچھ ایسی تھی کہ شدید گرمی میں بھی تمھارے پاس آنا پڑا۔

تمھیں تو معلوم ہے کہ میں زمینوں پر کھیتی باڑی کے علاوہ اپنے گدھوں کے ذریعے مال برداری اور سیمنٹ بجری لانے لے جانے کا کام بھی کرتا ہوں۔ اپنی بیمار والدہ کے علاج اور دوسرے گھریلو اخراجات پورے کرنے کے لیے بعض اوقات مجھے دن میں سولہ سولہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں میرے لیے کسی دوسرے کام کے لیے وقت نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کئی روز سے امی کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ بڑے شہر لے کر گیا تو وہ کہتے ہیں کہ اسپتال میں داخل کرانا پڑے گا۔ ٹیسٹ ہوں گے پھر علاج ہوگا۔'' اس نے شدید کرب کے عالم میں کہا۔

ماموں حیرت اور تشویش سے اپنے پھوپھی زاد بھائی کو دیکھنے لگے۔

''اوہ! یہ تو کافی پریشانی والی بات ہے۔'' ماموں نے افسردگی سے کہا۔

''ہاں بھائی! معاملہ ہی کچھ ایسا ہے۔'' اس نے غم زدہ لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر علاج کا خرچ بہت بتاتے ہیں۔ میں روز کماتا اور روز خرچ کرتا ہوں۔''

ماموں نے فکر مند لہجے میں کہا: ''یہ تو بڑی فکر کی بات ہے۔ تم حکم کرو۔''

''ماں نے کہا ہے کہ تم منصور سے جا کر ملو اور اس سے کچھ پیسے مانگو۔''

ماموں ان دنوں ویسے ہی اپنی اُلجھنوں میں تھے۔ اب اپنی پھوپھی کی بیماری کا سن کر افسردہ ہو گئے۔ ماموں کو اپنے باپ کی ایک نصیحت یاد آ گئی کہ اگر کسی موقع پر تمھاری اکلوتی پھوپھی کو کوئی پریشانی ہو جائے تو خود تکلیف اُٹھا کر اس کی مدد کرنا۔ یہ خیال آتے ہی ماموں نے بھائی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: ''بھائی! فکر مت کرو۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ تم بے فکری سے ان کا علاج کراؤ، ان کے علاج کے تمام اخراجات میں اُٹھاؤں گا۔''

رجب علی کی آنکھوں میں اُمید کی چمک نظر آنے لگی۔ بھائی کو مطمئن کر کے ماموں نے اسے اسپتال پہنچنے کا کہا اور خود اگلے دن پہنچنے کا کہہ کر اسے کھانا کھلا کر رخصت کر دیا۔ وہ چلا گیا تو ماموں نے اپنی بھوری بھینس کا سودا اسّی ہزار روپوں میں طے کرلیا۔ یہ ان کے لیے نہایت دل خراش فیصلہ تھا، لیکن انھیں احساس تھا کہ اگر میری اس قربانی سے پھوپھی صحت یاب ہو گئیں تو اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔ اللہ نے چاہا تو ایک روز میرے کام میں ضرور برکت ہوگی اور میری بھینسیں بھی بڑھ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کسی کی قربانی کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔

☆

جوابات معلومات افزا - ۲۴۹

سوالات ستمبر ۲۰۱۶ء میں شائع ہوئے تھے

ستمبر ۲۰۱۶ء میں معلومات افزا-۲۴۹ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد ۱۵ سے زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کی سورۂ فاتحہ کو ام القرآن کہا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ کے والد تھے۔

۳۔ ۱۳۲۰ء سے ۱۴۱۲ء تک ہندستان پر تغلق خاندان نے حکومت کی۔

۴۔ نادر شاہ درانی تختِ طاؤس ہندستان سے ایران لے گیا تھا۔

۵۔ جنرل رحیم الدین خاں ۱۹۸۸ء میں سندھ کے قائم مقام گورنر تھے۔

۶۔ ''کھٹمنڈو'' نیپال کا دارالحکومت ہے۔

۷۔ سنہ ۲۰۰۶ء میں امن کا نوبل انعام پانے والے محمد یونس (بانی گرامین بنک) کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے۔

۸۔ جوڈو جاپان کا قومی کھیل ہے۔

۹۔ نیلا اور پیلا رنگ برابر مقدار میں ملانے سے سبز رنگ بنے گا۔

۱۰۔ مشہور یونانی حکیمی دوا ''گلقند'' گلاب کے پھولوں سے بنائی جاتی ہے۔

۱۱۔ ایک ٹن وزن تقریباً ۲۸ من وزن کے برابر ہوتا ہے۔

۱۲۔ ''خرطوم'' عربی زبان میں ہاتھی کی سونڈ کو کہتے ہیں۔

۱۳۔ نقطۂ کھولاؤ ۱۰۰ سینٹی گریڈ ہوتا ہے، جو ۲۱۲ درجے فارن ہائیٹ کے برابر ہے۔

۱۴۔ نظامِ شمسی کا سب سے چھوٹا سیارہ پلوٹو مانا جاتا ہے۔

۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت ہے: ''آدمی، آدمی انتر، کوئی ہیرا، کوئی کنکر''

۱۶۔ مرزا غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا　　　آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: سیدہ مریم محبوب، سید باذل علی اظہر، سیدہ جویریہ جاوید، اقدس شاہد، رمشا ظفر، محمد بلال صدیقی، محمد آصف انصاری، یمنیٰ توقیر۔

☆ حیدر آباد: امامہ تجمل ☆ کالا گجراں: محمد افضل ☆ رحیم یار خان: مریم مصطفیٰ۔

☆ پشاور: محمد حمدان ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز۔

☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ بہاول پور: محمد فراز اختر۔

۱۶ درست جوابات دینے والے قابل نونہال

☆ کراچی: سیدہ سالکہ محبوب، سید شہظل اظہر، سید عفان علی جاوید، سیدہ صفوان علی جاوید، رجا جاوید خانزادہ، نازش احمد، محمد ایان، ناعمہ تحریم ☆ حیدر آباد: مریم بنتِ کاشف ☆ لاہور: عبداللہ زاہد۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: پرویز حسین، کنول فاطمہ زیدی، یسریٰ جبیں، محمد عثمان یوسف، فصیلہ یوسف، شاہ محمد ازہر عالم، حفصہ مہک حفیظ الرحمٰن، حسن علی، وانیا جنید، کشف ضرار، ثمین اسلم، محمد صہیب علی ☆ ٹیاری: حارث ارسلان انصاری ☆ سانگھڑ: محمد ثاقب منصوری ☆ منگووال: تحریم ☆ وہاڑی: مومنہ خالد ابوجی ☆ سکرنڈ: اطرویہ عدنان خانزادہ، صادقین ندیم خانزادہ ☆ اوتھل: مدیحہ رمضان بھٹہ ☆ میر پور خاص: عائشہ مہک ☆ رحیم یار خان: قریشہ فاطمہ فاروقی ☆ مٹھل شہر: بشریٰ خیر محمد ☆ بہاول پور: محمد وسیم اللہ یار ☆ پٹارو: حافظ معصب سعید ☆ سکھر: نہدیہ مجید ☆ حیدر آباد: نسرین فاطمہ ☆ لاہور: عبدالجبار رومی انصاری ☆ شیخو پورہ: محمد احسان الحسن ☆ راولپنڈی: عدینہ نور، ردا عائشہ ☆ ملتان: احمد عبداللہ، محمد واصف طارق قریشی، محمد انصر فاروق۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** بشریٰ عبدالواسع، محمد اسد، ماہم رانا، طٰہٰ بلال انصاری، افضال احمد خان، سمیع اللہ خان، رضی اللہ خان، وجیہہ قیصر، مریم سہیل، کومل فاطمہ اللہ بخش ☆ **ایبٹ آباد:** جاوید الٰہی خاں ☆ **حیدرآباد:** عائشہ ایمن عبداللہ ☆ **کوئٹہ کینٹ:** عائشہ جواد ☆ **فیصل آباد:** حماد سعید ☆ **راولپنڈی:** ملک محمد احسن، محمد ارسلان ساجد ☆ **مردان:** سویرا عباس۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** سمیعہ توقیر، محمد اختر حیات خانزادہ، محسن محمد اشرف، احسن محمد اشرف، ایاز حیات، حسن وقاص، بلال خان، محمد معین الدین غوری، طلحہٰ سلطان شمشیر علی، محمد جلال الدین اسد خان، احتشام شاہ فیصل، بہادر، نور حیات، اعجاز حیات، محمد فہد الرحمٰن، محمد اویس خان، خنسہ علی، کساء فاطمہ، ملیحہ ایمان ☆ **کہروڑ پکا:** محمد ارسلان رضا ☆ **فیصل آباد:** خدیجہ ظفر، محمد ارحم اظہر، حذیفہ اظہر ☆ **حیدرآباد:** عبداللہ۔عبداللہ ☆ **میر پور خاص:** رمشا لائبہ شاہد ☆ **پنڈ دادن خان:** راجا ثاقب محمود ثانی جنجوعہ ☆ **بے نظیر آباد:** فروا سعید خانزادہ ☆ **بہاول پور:** حافظ محمد اشرف ☆ **خوشاب:** محمد قمر الزماں ☆ **کوٹ ادو:** فارحہ شیراز خان۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُرامید نونہال

☆ **کراچی:** ایم اختر اعوان، رضوان ملک امان اللہ، سیدہ تسبیح محفوظ علی ☆ **راولپنڈی:** عمر فاروق ☆ **نواب شاہ:** مریم عبدالسلام شیخ۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُراعتماد نونہال

☆ **کراچی:** اقرا خالد، یوسف احمد خان قادری، کشف الایمان، محمد ریان خان ☆ **قصور:** مہوش افتخار احمد، محمد صدیق قیوم ☆ **مظفر گڑھ:** عبیرہ ملک۔

☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

عظمیٰ جبیں، کراچی	ارسلان اللہ خان، حیدر آباد
انعم سبحان، نیو کراچی	غلام یٰسین نوناری، مظفر گڑھ
حلیمہ صابر، ہری پور	آمنہ زین، کراچی

عبدالستار ایدھی کے نام

عظمیٰ جبیں، کراچی

میرے پیارے مولانا ابو!

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ! آپ جب سے اللہ میاں کے پاس گئے ہیں، ہم ایدھی سینٹر کے بچے بہت اُداس ہیں۔ آپ کو بے حد یاد کرتے ہیں۔ جب بھی کسی مہمان یا ملاقاتی کے آنے کا وقت ہوتا ہے، ہم سب منتظر ہوتے ہیں کہ شاید آپ آئیں۔ ہماری نظریں آپ کو تلاش کرتی ہیں۔ یہاں ہمارا خیال رکھنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں، پھر بھی ہمیں آپ کا انتظار ہے۔

آپ کے شفیق ہاتھوں کی ٹھنڈک آج بھی دل میں محسوس ہوتی ہے۔ میں اکثر سوچتا ہوں، نہ جانے آپ اتنے دن وہاں کیسے رُک گئے، آپ کو تو ہر لمحہ ہمارا خیال رہتا تھا۔ سب کہتے ہیں کہ ہم درحقیقت اب یتیم و لاوارث ہو گئے ہیں۔ آپ اب کبھی نہیں آئیں گے، کیوں کہ آپ اس جگہ چلے گئے، جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ پھر بھی چوں کہ آپ ہر بے سہارے کی پکار پر دوڑتے تھے، اس لیے بے اختیار میں بھی آپ کو پکار رہا ہوں۔

آ جایئے، ہم اُداس ہیں۔

فقط آپ کا بیٹا

بُرائی کو روکو

انعم سجان، نیو کراچی

لوگوں سے بھرے بحری جہاز میں بہت سے تاجر سفر کر رہے تھے۔ جہاز میں پانی کی سہولت صرف اوپر کی منزل پر تھی۔ نیچے کے لوگ بار بار اوپر جا کر تھک چکے تھے۔

ایک مسافر منھ بنائے اوپر کی جانب جا رہا تھا کہ اس کے ایک ساتھی نے پوچھ لیا: ''کیا بات ہے، خیریت ہے؟''

''کیا بتاؤں تھک چکا ہوں بار بار اوپر جا کر۔''

''ہاں میں بھی تنگ آ گیا ہوں! مجھے تو لگتا ہے اوپر کی منزل کے لوگ بھی نیچے والوں سے تنگ آ گئے ہوں گے۔''

پہلے شخص کو ایک بات سوجھی: ''ارے ہم بھی کتنے بے وقوف ہیں۔ کیوں نہ ہم نیچے ایک سوراخ کر لیں، جس سے پانی آسانی سے مل جائے گا، وہ بھی اوپر کی منزل والوں سے زیادہ۔''

یہ بات سن کر نیچے والے سب ہی ساتھیوں نے خوب داد دی اور پھر سوراخ کرنے لگے۔ اوپر منزل سے ایک مسافر نے دیکھا تو چیخ اُٹھا: ''اوہ، بے وقوفو! یہ کیا ظلم کر رہے ہو تم لوگ۔''

پھر اوپر والے ساتھیوں کو پکارا: ''بھائیو! جلدی آؤ، دیکھو نیچے منزل کے لوگ کیا ظلم کر رہے ہیں۔''

لوگوں نے سمجھایا: ''تم لوگ سوراخ کرو گے تو جہاز میں پانی بھر جائے گا اور جہاز ڈوب جائے گا۔ خود تو ڈوبو گے، ساتھ ہی ہمیں بھی ڈبو دو گے۔''

یہ سن کر نیچے والے بے وقوفوں کی سمجھ میں عقل والوں کی بات آ گئی اور انھوں نے سوراخ نہیں کیا۔ اسی طرح اگر دنیا میں نیک لوگ بُرے لوگوں کو بُرائی کرنے سے نہیں روکیں گے تو بُرائی کرنے سے جو عذاب آئے گا تو اس میں بُروں کے ساتھ ساتھ اچھے بھی پس جائیں گے۔

قسمت کی باڑی

حلیمہ صابر، ہری پور

گاؤں کا ایک غریب، مگر احمق آدمی

ایک بابا کے پاس گیا اور پوچھا: ''میری قسمت میں کیا لکھا ہے؟''

بابا جی آنکھیں موندے کافی دیر تک بیٹھے رہے اور پھر بولے: ''تمھاری قسمت سو رہی ہے۔''

احمد فوراً بولا: ''کہاں ہے میری قسمت؟ میں اُسے جگا کر آؤں گا۔''

بزرگ بابا جی بولے: ''یہاں سے بہت دور ایک ''آمونا'' نام کی ایک بستی ہے، اس سے آگے گھنا جنگل ہے اور اس کے بعد سمندر آئے گا۔ جب تم سمندر عبور کرو گے تو تمھیں ایک شان دار محل نظر آئے گا، اس محل کا نام ''قسمت کی باڑی'' ہے۔ بس وہاں تمھاری قسمت سو رہی ہے۔''

اگلے دن وہ سفر پر روانہ ہوا۔ تین دن سفر کرنے کے بعد آخر وہ آمونا بستی کی سرحد پر پہنچا۔ سرحد پر ایک عالی شان محل تھا۔ بادشاہ اور ملکہ اس وقت محل کے باغ میں تھے۔ جب احمد باغ کے قریب سے گزرا تو بادشاہ نے احمد سے پوچھا: ''کون ہو تم؟ اور کہاں جا رہے ہو؟''

احمد ادب سے بولا: ''آداب بادشاہ حضور! میرا نام احمد ہے اور میں قسمت کی باڑی میں اپنی سوئی ہوئی قسمت کو جگانے جا رہا ہوں۔''

بادشاہ نے کہا: ''ان پریوں سے پوچھنا کہ میرا خزانہ بھرا کیوں نہیں رہتا؟''

احمد بولا: ''میں ضرور پوچھوں گا۔''

پھر وہ چلتے چلتے جنگل پہنچا تو اسے بھوک لگی جو کھانا وہ ساتھ لایا تھا، وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے وہاں سے پھل توڑ کر کھائے اور کچھ ساتھ رکھ لیے۔ راستے میں اسے شیر ملا۔ شیر نے گرج کر پوچھا: ''کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟''

احمد بولا: ''میں احمد ہوں اور ''قسمت کی باڑی'' کی طرف جا رہا ہوں۔''

شیر نے کہا: ''اچھا اچھا جاؤ، وہاں کی پریوں سے پوچھنا کہ میں جو بھی کھاتا ہوں، مگر میرا پیٹ نہیں بھرتا اور میری بھوک ختم نہیں ہوتی، کیوں؟''

احمد بولا: ''ٹھیک ہے۔''

پھر جنگل ختم ہو گیا اور سمندر آ گیا۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیسے سمندر عبور کروں کہ پانی میں ہل چل ہوئی اور ایک بڑی مچھلی باہر آئی اور بولی: ''تم کہاں جا رہے ہو؟ میں تمھیں چھوڑ آتی ہوں۔''

احمد خوشی سے بولا: ''میں سمندر پار قسمت کی باڑی میں جا رہا ہوں۔''

مچھلی بولی: ''میرے پیٹ میں بہت درد ہوتا ہے، وہاں کی پریوں سے پوچھنا کہ یہ درد کیوں ہوتا ہے؟''

احمد بولا: ''ٹھیک ہے، میں ضرور پوچھوں گا۔''

پھر مچھلی احمد کو سمندر پار چھوڑ آئی۔ احمد نے شکریہ ادا کیا اور چل پڑا۔ اسے کچھ ہی دور ایک نہایت شان دار محل نظر آیا۔ اتنا شان دار کہ اس نے کبھی خواب میں بھی ایسا محل نہیں دیکھا تھا۔ محل کے دروازے پر دو خوب صورت پریاں کھڑی تھیں۔ پریوں نے اس سے پوچھا: ''کیوں آئے ہو؟''

احمد بولا: ''میرا نام احمد ہے اور اندر میری قسمت سو رہی ہے میں اسے جگانے آیا ہوں۔''

ایک پری اندر گئی اور کچھ دیر بعد لوٹ کر آئی اور بولی: ''جاؤ، تمھاری قسمت کو جگا دیا گیا ہے۔''

احمد خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ پھر اس نے بادشاہ، شیر اور مچھلی کے جوابات لیے اور چل پڑا۔ سمندر پہنچا تو وہی مچھلی باہر آئی تو احمد بولا: ''تمھارے پیٹ میں ایک بہت بڑا اور نہایت قیمتی ہیرا ہے اسے نکال دو تو تمھارا درد ختم ہو جائے گا۔''

مچھلی بولی: ''تم نکال کر لے لو اور بیچ کر دولت کماؤ۔''

احمد جھٹ بولا: ''نہ بابا نہ، میری قسمت جاگ چکی ہے، اب مجھے ہیرا نہیں چاہیے۔''

مچھلی نے احمد کو سمندر پار چھوڑا۔ احمد جنگل پہنچا تو دیکھا کہ بادشاہ وہاں شکار کرنے آیا ہوا ہے۔ بادشاہ نے احمد سے اپنا جواب پوچھا تو احمد نے کہا: ''آپ اپنی بیٹی کی شادی کر دیں تو آپ کا خزانہ ہمیشہ بھرا رہے گا۔''

بادشاہ نے کہا: ''تم مجھے شریف اور نیک انسان لگتے ہو تم میری بیٹی سے شادی کرلو اور آدھی سلطنت بھی سنبھال لو۔''

احمد بولا: ''معاف کیجیے گا، مگر اب مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اب میری قسمت جاگ چکی ہے۔''

احمد چل پڑا، آگے اُسے شیر ملا۔ شیر نے جواب پوچھا تو احمد نے کہا کہ تم کسی بے وقوف انسان کو کھالو تو تمھاری بھوک مٹ جائے گی۔

شیر نے احمد سے راستے کے حالات پوچھے۔ احمد نے اسے بتایا کہ اس نے بادشاہ اور مچھلی کے سوالات کے جواب بھی پوچھے۔ سب کچھ سننے کے بعد شیر بولا: ''تم سے زیادہ بے وقوف اس دنیا میں اور کون ہوگا جو تم نے قیمتی ہیرا اور آدھی سلطنت ٹھکرادی۔''

اتنا کہہ کر شیر نے احمد پر چھلانگ لگائی اور چیر پھاڑ کر کھا گیا۔

مُنّے میاں کی پٹائی

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

ہوئی آج ہے ان کی پھر سے پٹائی
جو کھالی تھی مُنّے میاں نے مٹھائی
تو کیوں ڈانٹ نہ کھائیں ہر روز مُنّے
کہیں پر ہے تکیا، کہیں پر چٹائی
ہے آواز ان کی بہت بھاری بھاری
سویرے جو مُنّے نے چکھ لی کھٹائی

نہ یہ جا کے اسٹیج پر بھول جائیں
سو تقریر اماں نے ان کو رٹائی
ہے سُستی میں ان کا نہیں کوئی ثانی
ہے مشہور دنیا میں ان کی ڈھٹائی
جہاں کھیل اور کود کے ہوں مواقع
ہے مُنے کی ہر اس جگہ پر رسائی
جماعت میں ہیں چاہتے ٹاپ کرنا
مگر ان سے ہوتی نہیں ہے پڑھائی
میسر رہے موج مستی کا ساماں
یہی ان کا مقصد، یہی ہے کمائی

پہلا قدم

غلام یٰسین نوناری، مظفر گڑھ

رضوان نے ایک بچے کو دیکھا جس کی عمر آٹھ نو برس رہی ہوگی۔ یعنی رضوان کا ہم عمر، چہرہ انتہائی معصومانہ تھا اور آنکھوں میں حسرت و یاس کی لہریں نمایاں تھیں۔ رضوان نہ جانے کب تک اسے یونہی دیکھتا رہا، پھر گھنٹی بجی تو وہ چونکا۔ اس نے فوراً اسکول کی طرف دوڑ لگا دی۔ رضوان نو برس کا گول مٹول سا بچہ تھا۔ اس کے ابو ٹیچر تھے اور اسی اسکول میں پڑھاتے تھے۔ رضوان کو پڑھنے کا بے حد شوق تھا اور وہ دل لگا کر پڑھتا۔ عموماً امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتا۔ اسکول مین روڈ پر واقع تھا اور اسکول کا مین گیٹ مشرق کی طرف تھا، جب کہ مین روڈ جنوب کی طرف تھا۔ مین روڈ پار کر کے قریب ہی رضوان کا گھر تھا۔ سڑک کے کنارے مکانوں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور انہی دکانوں میں سے ایک دکان رضا آٹوز کی تھی۔ رضوان نے اس معصوم صورت بچے کو وہیں دیکھا تھا۔

دوسرے روز جب رضوان وہاں سے گزرا تو معصوم صورت لڑکا تیل میں لتھڑا ہوا ایک موٹر سائیکل کے پُرزے صاف کر رہا تھا۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے کالے اور گندے ہو رہے تھے۔ رضوان کو

اس پر بے تحاشا پیار آیا، آہ معصوم سا بچہ بالکل میرے جیسا۔ ابھی تو اس کی پڑھنے کی عمر ہے اور بے چارہ جانے کس مجبوری کے تحت یہاں کام کرنے پر تیار ہوا ہوگا۔ اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔ وہ اپنی سوچوں میں گُم اسکول کی طرف چل پڑا۔

وہ پانچویں جماعت میں تھا۔ فہد اور عاصم اس کے بہترین دوست تھے۔ آدھی چھٹی میں وہ کھیل کے میدان کی طرف چل پڑے۔ اچانک رضوان کو وہ معصوم صورت بچہ یاد آ گیا۔ اس نے عاصم اور فہد کو روک کر کہا: ''دوستو! آج ہم کھیلنے کے بجائے چند دل چسپ باتیں کریں گے۔''

پھر اس نے کہنا شروع کیا: ''سنو دوستو! ہمیں روزانہ کتنا جیب خرچ ملتا ہے؟'' رضوان نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ فہد نے کہا: ''مجھے پچاس......''

''اور مجھے چالیس......'' عاصم نے بھی فوراً کہا۔

''اور مجھے بھی چالیس رپے روزانہ ملتے ہیں۔'' رضوان نے کہنا شروع کیا: ''یعنی کُل ملا کر ایک سو تیس رپے بن گئے اور ہم روزانہ یہ پیسے یوں ہی فضول خرچ کر دیتے ہیں۔ چاٹ، دہی بڑے وغیرہ پر۔ جو کہ صحت کے لیے نقصان دہ بھی ہیں۔''

رضوان کی بات سنتے ہی عاصم بول اُٹھا: ''تو کیا ہوا؟ پیسے خرچ کرنے کے لیے ہی ہوتے ہیں اور کھانے سے صحت بنتی ہے، بگڑتی نہیں۔''

رضوان مسکرا کر بولا: ''گھر کے کھانے سے صحت بنتی ہے اور بازاری چٹ پٹے مسالوں والے کھانوں سے صحت گرتی ہے۔ یہ بات ہمارے فیملی ڈاکٹر، ڈاکٹر سرفراز قمر صاحب نے بتائی تھی، اس لیے میں اس معاملے میں کافی احتیاط سے کام لیتا ہوں۔''

رضوان کی بات درست تھی، اس لیے عاصم کچھ نہ کہہ سکا، البتہ فہد نے فوراً کہا:
''رضوان! تمھاری ان باتوں کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔ بات کیا ہے؟''

رضوان نے تفصیل بتانی شروع کی: ''تو سنو دوستو! میں نے کئی جگہ دیکھا ہے کہ ہماری عمر کے معصوم بچے محنت و مشقت کا کام کر رہے ہیں، حالانکہ اس عمر میں ایسے کام کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ میرا مطلب ہے بچوں کا کام نہیں، اس لیے میں نے سوچا ہے ہم اگر اپنے جیب خرچ سے کچھ رپے بچائیں اور انھیں جمع کریں پھر ان پیسوں سے کتابیں اور کاپیاں خرید کر ان معصوم محنتی بچوں کو دیں اور انھیں کام کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی دلوائی جائے تو کتنا اچھا ہوگا؟''

پوری بات سنتے ہی دونوں دوست خوش ہوگئے: ''یہ تو نیکی کا کام ہوگا۔ ہم تینوں مل کر یہ کام کریں گے اور ان بچوں کو اسکول تک ضرور لائیں گے جو غربت کی وجہ سے تعلیم سے دور ہیں۔'' عاصم بول اُٹھا۔

''صرف تم تینوں......ناممکن۔''

اچانک ان کی پشت کی جانب سے ایک آواز سنائی دی۔ تینوں نے مڑ کر دیکھا۔ سر عمران مسکرا رہے تھے: ''مجھے تم پر فخر ہے بچو! مگر یہ مشن صرف آپ کا نہیں، ہم سب کا ہے اور ہم سب مل کر اس مشن کو سرانجام دیں گے۔''

اور پھر یہ نیکی کا جذبہ اسکول کے سب بچوں میں پیدا ہوتا گیا۔ وہ غریب بچے جو دل میں پڑھنے کا شوق رکھتے ہوئے بھی کام کرنے پر مجبور تھے، گلے میں بستہ لٹکائے خوشی خوشی اسکول جاتے دکھائی دینے لگے۔ رضوان نے پہلا قدم اُٹھایا تھا اور پھر قدم بہ قدم اس کے ساتھ اتنے قدم شامل ہوئے کہ اسے محسوس ہی نہ ہوا کہ پہلا قدم اس نے تنہا اُٹھایا تھا۔

اتحاد

آمنہ زین، کراچی

آج بادشاہ سلامت شیر کی سال گرہ تھی اور تمام جانور بہت خوش تھے۔ جنگل میں منگل کا سماں تھا۔ اچانک بھورا بندر دوڑتا ہوا آیا اور زور زور سے چیخنے لگا: ''ساتھیو! میری بات غور سے سنو اور جلدی سے یہاں سے بھاگنے کی تیاری کرو۔''

''کیا بات ہے میاں بندر! کیا کہہ رہے ہو؟ خیر تو ہے؟'' شیر نے پریشانی سے کہا۔

''عالی جاہ! خیر ہی تو نہیں ہے۔ یہ ناچیز آپ کے لیے تحفہ لینے برابر والے جنگل گیا تھا، مگر غضب ہوگیا۔ وہاں شہر سے جانوروں کو پکڑنے والی شکاریوں کی ٹولی آئی ہے اور انھوں نے بہت سارے چھوٹے بڑے جانوروں کو قید کرلیا ہے۔ اب اُن کا رُخ ہماری طرف ہے۔''

تمام جانوروں میں بے چینی پھیل گئی اور سب بھانت بھانت کی بولی بول رہے تھے۔ بادشاہ سلامت زور سے بولے: ''آپ سب اطمینان رکھیں اور میری بات کو غور سے سنیں۔''

سب ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہوگئے تب بادشاہ سلامت نے کہنا شروع کیا: ''دیکھیں ہمیں مل کر اس مشکل کا سامنا کرنا ہوگا، کیوں کہ اگر ہم الگ الگ اپنی جان بچا کر بھاگیں گے تو ان کے لیے کوئی مشکل نہیں کہ وہ ہمیں پکڑ لیں، لیکن اگر ہم ایک ساتھ مل کر ان پر حملہ کریں تو انھیں بھگانے میں کام یاب ہوسکتے ہیں، کیوں کہ شکاری ہمیں ایک ساتھ دیکھ کر خود ڈر جائیں گے۔ میں آپ لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ سارے جانور جنگل کے چاروں طرف پھیل کر چھپ جائیں۔ شکاریوں کو جنگل کے بیچ میں آنے دیں۔ جب وہ چاروں طرف سے ہمارے نرغے میں گھر جائیں تو

اچانک ان پر حملہ کر دیں۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے، جس سے سب کی جان بچ سکتی ہے۔"

تمام جانوروں کو شیر کی بات بہت پسند آئی اور سب جنگل کی مختلف سمتوں میں پھیل گئے۔ شکاری جنگل میں داخل ہوئے تو وہاں بالکل سناٹا تھا۔ انھوں نے جنگل میں ایک فائر کیا۔ فائر کی آواز سن کر سارے جانور اور پرندے ہوشیار ہو گئے۔ سب سے پہلے چیل، کوؤں کا جھنڈ ان پر حملہ آور ہوا۔ شکاریوں نے بدحواس ہو کر فائرنگ شروع کر دی۔ چند پرندے ہلاک بھی ہوئے۔ اسی دوران شیروں، ہاتھیوں، گینڈوں، بندروں اور ریچھوں نے مل کر شکاریوں پر حملہ کر دیا۔ وہ اس اچانک حملے سے بوکھلا گئے۔ پرندوں پر فائرنگ کرنے سے ان کی بندوقوں میں گولیاں ختم ہو گئیں، اس لیے وہ فرار ہونے لگے۔ اسی دوران کئی شکاری زخمی بھی ہوئے۔ شکاریوں کے بھاگ جانے کے بعد جنگل کے سب جانوروں پر اتحاد کی اہمیت واضح ہو گئی اور انھوں نے مل جل کر رہنا شروع کر دیا۔ ☆

لکھنے والے نونہالوں کو مشورہ

نونہال کہانی، مضمون وغیرہ جب اشاعت کے لیے بھیجیں تو ایک نقل (فوٹو کاپی) اپنے پاس ضرور رکھا کریں۔ جب آپ کی بھیجی ہوئی تحریر شائع ہو جائے تو دونوں کو ملا کر دیکھیں کہ کہاں کہاں تبدیلی کی گئی ہے۔ کس جملے کو کس طرح درست کیا گیا ہے۔ کون سا پیراگراف کاٹا گیا ہے اور نیا پیرا کہاں سے شروع کیا گیا ہے۔ تحریر کا عنوان بدلا گیا ہے یا نہیں اور اگر بدلا گیا ہے تو کیا یہ پوری تحریر کا احاطہ کر رہا ہے یا نہیں۔ ایسا کرنے سے آپ بہت جلد اچھا لکھنے لگیں گے۔ تحریر لکھ کر اس کے نیچے اپنا پتا ضرور لکھ دیں، ورنہ تحریر ضائع ہو جائے گی۔ طویل تحریر نہ لکھیں۔

☆☆☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ ستمبر ۲۰۱۶ء کے بارے میں ہیں

❁ جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھ کر ۱۹۶۵ء کے شہیدوں اور عید قرباں پر ہمارے نبی حضرت ابراہیم ؑ کی یاد تازہ ہوگئی۔ روشن خیالات اور نظم "دعا" روشنی کی کرن تھی۔ زمین کا فرشتہ عبدالستار ایدھی پاکستان کے لیے ایک فرشتے کی طرح تھے، جنھوں نے پاکستان میں امن قائم کرنے کے لیے اپنی جان لگادی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے (آمین)۔ حاضر جواب قائد اعظم، نڈر اور پکے ارادے کے مالک انسان تھے۔ اس پکے ارادے سے ہی تو انھوں نے ایک آزاد ملک حاصل کیا۔ اس بار کہانیوں میں ممانی کا جج، درست اندازہ، ننھے فسادی، علم کی لگن نمبر ون تھیں۔ نظموں میں دوست کی عید اور یوم دفاع اچھی نظمیں تھیں۔ لطیفے کا اپنا ہی مزہ تھا۔ عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

❁ ستمبر کا شمارہ بہت پسند آیا۔ جاگو جگاؤ میں ہمارے لیے نمایاں سبق تھا۔ کہانیوں میں درست اندازہ (جاوید بسام) اور بلاعنوان کہانی (محمد اقبال شمس) بہت اچھی تھی۔ نظم دعا (محمد مشتاق حسین قادری) بہت اچھی تھی۔ نونہال ادیب میں "شیطان کی دوستی" اچھی تحریر تھی۔ باقی سلسلے بھی خوب تھے۔ حمزہ علی، کراچی۔

❁ ستمبر کا شمارہ زبردست تھا۔ سرورق بہت رنگین اور خوب صورت تھا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ تین منٹ (جاوید اقبال) اور درست اندازہ (جاوید بسام) زبردست اور دل کو چھو لینے والی تحریریں تھیں۔ ممانی کا جج (انوار آس محمد)، بلاعنوان کہانی (محمد اقبال شمس)، ننھے فسادی (محمد ذوالقرنین)، روشن مستقبل (عابدہ صباحت) پیاری تحریریں تھیں۔ نظموں میں سوال سیدھا، جواب سچا (نظر زیدی) ایک نصیحت آموز نظم تھی۔ دوست کی عید (ادیب سمیع چمن) ہمدردی کا منھ بولتا ثبوت تھی۔ دعا (محمد مشتاق حسین) اور ۶ ستمبر کے حوالے سے نظم یوم دفاع اچھی تھی۔ مضمون قبل مسیح کی تاریخیں (مسعود احمد برکاتی) اچھا اور معلوماتی مضمون تھا۔ حافظ عابد علی، راولپنڈی۔

❁ ستمبر کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ ہنسی گھر نے ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کردیا۔ روشن مستقبل ایک اچھی تحریر تھی۔ بلاعنوان کہانی زبردست تھی۔ سرورق اچھا نہیں تھا۔ ننھے فسادی، درست اندازہ اور ممانی کا جج اچھی تحریریں تھیں۔ نونہال بک کلب کارڈ منگوانے اور اسے استعمال کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ بخت خان، ہری پور۔

> بک کلب کا کارڈ حاصل کرنے کے لیے اپنا نام پتا صاف صاف لکھ کر بھیجیں۔ اس کارڈ کے ذریعے آپ ادارہ ہمدرد کی جو کتاب منگوائیں گے، اس پر ۲۵ فی صد رعایت ملے گی۔ رقم منی آرڈر سے بھیجیں۔

❁ ہر ماہ کی طرح ماہِ ستمبر کا شمارہ بھی سپرہٹ تھا۔ درست اندازہ (جاوید بسام)، ممانی کا جج (انوار آس محمد) اور تین منٹ (جاوید اقبال) بہت عمدہ تحریریں تھیں۔ قبل مسیح کی تاریخیں (مسعود احمد برکاتی) بہت معلوماتی تحریر تھی۔ لطیفے پڑھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگئے۔ اقدس شاہد، کراچی۔

❁ بے شک چیز اصلی جگہ پر ہو تو ہیرا ہی کہلاتی ہے۔ زمین کا

فرشتہ اب ہم میں نہیں رہا ہم سب کو بابائے خدمت کی طرح بننے کی ضرورت ہے۔ حاضر جواب قائد اعظم بہت اچھی لگی ۔ دوست کی عید بہترین نظم تھی۔ جنگ ستمبر کے حوالے سے ''میرے محافظ'' بہترین تحریر تھی۔ علم کی لگن تعلیم کے حوالے سے متاثر کن رہی پُر اسرار کہانی تین منٹ بھی اچھی رہی۔ نونہال خبر نامہ بہت دل چسپ ہوتا ہے۔ بلاعنوان کہانی بہت مزے دار رہی۔ **عبدالجبار رومی انصاری، لاہور۔**

❁ ستمبر کے شمارے کا سرورق اچھا تھا۔ کہانیاں پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ خاص طور پر جاوید بسام کی ''درست اندازہ'' جاوید اقبال کی ''تین منٹ'' اور محمد اقبال شمس کی ''بلاعنوان کہانی''۔ ہنسی گھر کے سب ہی لطیفے بہت اچھے تھے۔ **پرویز حسین، کراچی۔**

❁ ستمبر کا شمارہ ماشاءاللہ خوب تھا۔ اس مہینے کا خیال پسند آیا۔ زمین کا فرشتہ، ایدھی صاحب کی یاد دلا گئی۔ سب سے اچھی کہانی جاوید بسام کی ''درست اندازہ'' لگی۔ ننھے فسادی، بادشاہ کا انصاف اور ممانی کا جج بھی اچھی تحریریں تھیں۔ بلاعنوان کہانی کچھ خاص نہیں تھی۔ نظموں میں سب سے زیادہ ''دوست کی عید'' اچھی لگی۔ ''سوال سیدھا اور جواب سچا'' بھی اچھی نظم تھی۔ **علی حیدر، جھنگ صدر۔**

❁ ستمبر کا شمارہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سرورق بہت اچھا تھا۔ سب سے زبردست اس مہینے کا خیال لگا۔ واقعی یہ ایک سچ بات ہے۔ پہلی بات اور جاگو جگاؤ بہت اچھا تھا۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح دماغ روشن کر دینے والے تھے۔ ''دعا'' بہت اچھی نظم تھی۔ عبدالستار ایدھی کے بارے میں معلومات پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ تحریریں ساری لاجواب تھیں۔ کس کس کی تعریف کروں۔ آپ سب کی کاوشوں کا بھرپور اندازہ ہوا۔ نظمیں ساری اچھی لگیں۔

لطائف تو ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ **مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل بلوچستان۔**

❁ تمام تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ دعا ہے کہ ہمدرد نونہال یونہی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ **آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو۔**

❁ پہلی بار آپ کے رسالے میں شرکت کر رہا ہوں۔ ماشاءاللہ زبردست رسالہ ہے۔ ستمبر کے شمارے کی ہر کہانی اچھی لگی اور انعامی سلسلے بھی اچھے لگے، کیوں کہ ذہنی آزمائش بھی ہیں اور دل چسپ بھی۔ **حافظ محمد اشرف، حاصل پور۔**

❁ ستمبر کے شمارے میں ننھے فسادی، بلاعنوان کہانی، درست اندازہ، علم کی لگن اور روشن مستقبل پسند آئیں۔ کاش کہ پاکستان نوجوان مایوس ہو کر بیٹھے رہنے یا ملک چھوڑ کر جانے کی بجائے ارسلان کی طرح ہمت کا مظاہرہ کریں۔ نظموں میں ''سوال سیدھا، جواب سچا'' پسند آئی۔ **ریان سہیل، کراچی۔**

❁ ممانی کا جج، بادشاہ کا انصاف، تین منٹ، روشن مستقبل، درست اندازہ غرض ہر کہانی سپرہٹ تھی۔ ننھے فسادی، علم کی لگن، بلاعنوان کہانی پورے رسالے میں ٹاپ پر تھیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر خوب ہنسے۔ نظمیں بھی ساری اپنی مثال آپ تھیں۔ **عائشہ عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔**

❁ ستمبر کے شمارے کا سرورق بہت پیارا لگا۔ کہانیوں میں بادشاہ کا انصاف، ممانی کا جج، درست اندازہ زبردست کہانیاں تھیں اس کے علاوہ علم کی لگن، روشن مستقبل بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ ننھے فسادی پڑھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ بلاعنوان کہانی نے تو دماغ کی چولیں ہلا ڈالی۔ نظم یوم دفاع بہترین نظم تھی۔ **مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔**

❁ ستمبر کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ مجھے شہید حکیم محمد سعید

کی باتیں بہت پسند ہیں۔ مضمون میں حاضر جواب قائداعظم بہت اچھا لگا۔ کساء فاطمہ، کراچی۔

❁ ستمبر کا شمارہ تقریباً بہتر ہی تھا۔ اس مہینے کا خیال بہت اعلا تھا اور لطائف ہنسانے والے تھے۔ نظمیں بھی بہترین تھیں۔ ستمبر کے متعلق کوئی خاص کہانیاں نہیں تھیں۔ نونہال ادیب میں اچھی تحریریں تھیں۔ دعا ہے کہ ہمدرد نونہال یونہی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین۔ **عقیل اعوان، عافعان اعوان، عدنان محمود، تحسین صمد، اشتیاق احمد، نوشہرہ۔**

❁ ستمبر کا شمارہ بہت خوب صورت تھا۔ بے شک یہ سب آپ کی کاوشوں کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں موجود ہر کہانی، ہر مضمون اپنی مثال آپ تھا۔ انکل! میں بک کلب کی ممبر بننا چاہتی ہوں۔ مجھے بک کلب کا کارڈ اور فہرست بھجوا دیجیے۔ تہنیت آفرین اعوان، منڈی بہاؤالدین۔

فہرست کتب ابھی زیر طبع ہے، جلد بھیج دی جائے گی۔

❁ تازہ شمارہ لاجواب تھا۔ سرورق بہت ہی عمدہ تھا۔ ممانی کا حج، درست اندازہ، ننھے فسادی، تین منٹ بہت عمدہ کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان ایک جاسوسی کہانی تھی۔ باقی کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک سب کچھ زبردست تھا۔ **نام پتا نامعلوم۔**

❁ ستمبر کا شمارہ تمام شماروں کی طرح سپر ہٹ تھا۔ کہانیاں تو ساری ہی اچھی تھیں، لیکن درست اندازہ (جاوید بسام) شمارے کی جان تھی۔ مضمون قبل مسیح کی تاریخیں (مسعود احمد برکاتی) بھی اچھا تھا۔ ہنسی گھر پڑھ کر سارے غم بھول گئے۔ نظمیں اچھی لگیں۔ ایمن شاہد علی، میرپور خاص۔

❁ ستمبر کا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ زمین کا فرشتہ، ممانی کا حج، درست اندازہ، ننھے فسادی اور تین منٹ بہت خوب تھے۔ **محمد احمد غزنوی، تیمرگرہ۔**

❁ اتنا اچھا رسالہ نکالنے پر مبارک باد قبول ہو۔ یہ میرا پہلا خط اور مجھے لکھتے ہوئے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ **ایمن صابر، کراچی۔**

❁ ستمبر کا شمارہ بہترین تھا۔ ساری کہانیاں سبق آموز تھیں۔ اپنے رہنما قائداعظم کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا۔ آج بھی ہمارے پیارے وطن کو ایسے ذہین لوگوں کی ضرورت ہے۔ **فاطمہ گل، جگہ نامعلوم۔**

❁ ہمدرد نونہال آپ کی دن رات محنت کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ شیخ عبدالحمید عابد کی تحریر "میرے محافظ" نے وطن پاک پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے شہیدوں کے کارناموں سے آگاہ کیا۔ عابدہ صباحت کی کہانی "روشن مستقبل" بہت ہی پُر اثر تھی۔ نونہال ادیب میں "پچھتاوا" اور "چھوٹی سی نیکی" بہت ہی دل چسپ اور سبق آموز تھیں۔ زینت یاسمین، ثمینہ فرخ، شازیہ فرخ، بابا مختار، حمیرا کیانی، جاذبہ کیانی، پنڈ دادن خان۔

❁ ستمبر کے شمارے کی ہر تحریر کاوش دل کو چھو لینے والی تھی۔ کہانیوں میں ننھے فسادی، بادشاہ کا انصاف اور علم کی لگن اپنی مثال آپ تھیں۔ محمد مشتاق حسین قادری کی "دعا" بہت پسند آئی۔ خلیل جبار کی تحریر "زمین کا فرشتہ" سے عبدالستار ایدھی کے حالات زندگی سے آگاہی ہوئی۔ بلاعنوان انعامی کہانی بہت ہی حیرت انگیز تھی۔ راجا فرخ حیات، راجا عظمت حیات، نزہت راجا، پنڈ دادن خان۔

❁ تمام تحریریں اپنی مثال آپ تھیں۔ کہانیوں میں ممانی کا حج، تین منٹ اور درست اندازہ معیاری تھیں۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "قبل مسیح کی تاریخیں" پڑھ کر ہماری

معلومات میں اضافہ ہوا۔ حاضر جواب قائداعظم، نسرین شاہین کا بہت ہی دل چسپ مضمون تھا۔ نظموں میں دوست کی عید اور یوم دفاع دل کی گہرائیوں میں اُتر گئیں۔ تمام مستقل سلسلے بہت شان دار تھے۔ نونہال ادیب میں ثمینہ فرخ راجا کی ''حمد باری تعالیٰ'' اور شاہ بہرام انصاری کی عید کی خوشیاں ہمارے دل جیتنے میں کام یاب رہیں۔ **راجا ثاقب محمود جنجوعہ، عائشہ ثاقب، صدف رانی، ثانیہ فرخ جنجوعہ، نجبہ راجپوت، پنڈ دادن خان۔**

❁ ستمبر کے شمارے کا سرورق بہت معصوم بچی سے سجا ہوا اور بہت دل کش تھا۔ تحریر ''زمین کا فرشتہ'' نے ایدھی صاحب مرحوم کی زندگی کے پہلوؤں سے آگاہی بخشی جو ہمارے لیے مثالی تھے۔ **سید محسن علی، کراچی۔**

❁ ستمبر کا شمارہ خاصا معلوماتی، دل چسپ، سبق آموز اور بہت مزے دار تھا۔ ہر دوسری کہانی پہلی کہانی پر سبقت رکھتی تھی۔ اقوال، لطائف، اشعار سمیت سارا رسالہ ہی عمدہ تھا۔ رسالے کا ہر لفظ پھول کی مانند مہک رہا تھا۔ اللہ آپ کو ہمت و حوصلہ، تن درستی و جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)۔ **محمد اویس رضا عطاری، کراچی۔**

❁ ستمبر کا شمارہ لاجواب تھا۔ اس مہینے کا خیال بہت اچھا تھا۔ روشن خیال سونے سے لکھنے کے قابل آموز تھے۔ زمین کا فرشتہ، حاضر جواب قائداعظم، قبل مسیح کی تاریخیں، میرے محافظ، زبانیں، حروف بھی اچھی تحریریں تھیں۔ اس کے علاوہ تمام کہانیاں اور تمام نظمیں بہت اچھی تھیں۔ بیت بازی کے تمام اشعار بھی بہت زبردست تھے۔ **محمد سلمان زاہد، کراچی۔**

❁ سرورق کچھ خاص نہیں تھا۔ جاگو جگاؤ اور اس مہینے کا خیال بہت ہی زبردست تھے۔ روشن خیالات اور علم دریچے میں اپنا نام دیکھ کر خوشی ہوئی۔ حاضر جواب قائداعظم بھی اچھی تحریر تھی اور کہانیوں میں ممانی کا جج، درست اندازہ اور بلاعنوان کہانی اچھی لگیں۔ **تحریم محمد ابراہیم احمدانی، سانگھڑ۔**

❁ ستمبر کا شمارہ خوب تھا۔ تمام کہانیاں خوب صورت تھیں۔ خاص طور پر درست اندازہ (جاوید بسام) عمدہ کہانی تھی۔ ننھے قساوی (ذوالقرنین خاں)، ممانی کا جج (انور آس محمد)، بلاعنوان کہانی (محمد اقبال شمس)، تین منٹ (جاوید اقبال)، بادشاہ کا انصاف (ریاض عادل)، علم کی لگن (سیما اختر) اور روشن مستقبل (عابدہ صباحت) مزے دار کہانیاں تھیں۔ سوال سیدھا، جواب سچا اور یوم دفاع خوب صورت نظمیں تھیں۔ مسعود احمد برکاتی کا مضمون ''قبل مسیح کی تاریخیں'' سب سے اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بھی پہلے کی طرح خوب ہیں۔ عبدالستار ایدھی کے متعلق لکھی گئی تحریر زمین کا فرشتہ بہت پسند آئی۔ **سلمان یوسف سمیجہ، علی پور۔** ☆

☆ بہت سے نونہال بک کلب کی ممبر شپ کے لیے خط لکھتے ہیں، لیکن علاحدہ کاغذ پر پتا نہیں لکھتے۔ پتے کے بغیر ممبر سازی نہیں ہو سکتی۔

☆ بعض نونہال پرانے شمارے خریدنا چاہتے ہیں، مگر یہ نہیں لکھتے کہ کتنے پرانے؟ زیادہ پرانے شمارے ہمارے پاس نہیں ہیں۔

☆ اب بھی بہت سے نونہال اپنی تحریروں کے آخر میں اپنا نام، جگہ کا نام اور نہ مکمل پتا لکھ رہے ہیں۔ اس طرح ان کی تحریریں ضائع ہو جاتی ہیں۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال ستمبر ۲۰۱۶ء میں جناب محمد اقبال شمس کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو چار نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اُلٹی چال : مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل

۲۔ انسانی روبوٹ : سندس آسیہ، کراچی

۳۔ نہلے پہ دہلا (۱) عبدالجبار رومی انصاری، لاہور

(۲) مفسرہ جبیں، کراچی

چند اور اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں

انسپکٹر روبوٹ۔ روبوٹ کا راز۔ ناکام چال۔ انسان بنا روبوٹ۔

کام یاب منصوبہ۔ بے داغ منصوبہ۔ کام یاب بہروپ۔ قانون کا شکنجہ۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: محمد اویس رضا عطاری، مصامص شمشاد غوری، اقدس شاہد، سمیعہ توقیر، آیان علی، رمشا علی، مریم رانا، محمد اسد، محمد سلمان زاہد، ایم اختر اعوان، پرویز حسین، آمنہ زین العابدین، طٰہٰ بلال انصاری، محمد معین الدین غوری، زارا ندیم، نور حیات، اعجاز حیات، ایاز حیات، بہادر، طلحہٰ سلطان شمشیر علی، بلال خان، رضوان ملک امان اللہ، حسن وقاص، محسن محمد

اشرف، احسن محمد اشرف، محمد اختر حیات، محمد اویس خان، احمد حسین، محمد جلال الدین اسد خان، احتشام شاہ فیصل، فضیلہ یوسف، نازش احمد، محمد عثمان یوسف، یوسف احمد خان قادری، شازیہ انصاری، شاہ بشریٰ عالم، رضی اللہ خان، سمیع اللہ خان، ایان سہیل، حافظہ ایلیاء فاطمہ، اقرار خالد، سیدہ ابیحہ مریم، سیدہ تسبیح محفوظ علی، عائشہ قیصر، حفضہ مہک حفیظ الرحمٰن، حسن علی، محمد شیث عباس ابڑو، محمد فہد الرحمٰن، اریبہ افروز، احسن جاوید، مریم سہیل، کومل فاطمہ اللہ بخش، کشف ضرار، ثمین اسلم، واینا جنید، عائشہ عبدالواسع، ہسز انعم سجان، سید ضبطل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سید صفوان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سید عفان علی جاوید، نازش احمد، فصیحہ شایان، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، کبشہ ادریس، مریم علی ☆ حیدرآباد: عبداللہ۔عبداللہ، ماہ رخ، صارم ندیم، حیان مرزا، ارسلان اللہ خان، ثیزہ فاطمہ ارشد بیگ، مقدس جبار خان، عائشہ ایمن عبداللہ، حافظ عابد علی، عمر فاروق، ملک محمد احسن، عدینہ نور، ردا عائشہ ☆ کالا گجراں: محمد افضل ☆ پنڈ دادن خان: عائشہ ثاقب جنجوعہ ☆ ملتان: محمد شاہ میر فاروق، محمد ریان طارق، ایمن فاطمہ ☆ لاہور: داؤد الحق، خدیجہ بانو عباسی ☆ فیصل آباد: حذیفہ اظہر، محمد ارحم اظہر، حماد سعید، محمد علی ظفر ☆ رحیم یار خان: مریم مصطفیٰ، قریشہ فاطمہ فاروقی ☆ میر پور خاص: فیروز احمد، ایمن شاہد ☆ سانگھڑ: تحریم محمد ابرہیم احمدانی، علیزہ ناز منصوری ☆ جھنگ: علی حیدر، طلحہٰ لیاقت علی ☆ بہاول پور: محمد فراز اختر، محمد حمزہ نعیم، حافظ محمد اشرف، محمد وسیم اللہ یار، سید ولی اللہ ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: عمیر مجید، سعدیہ کوثر مغل ☆ بے نظیر آباد: منصور سعید خانزادہ راجپوت، فروا سعید خانزادہ ☆ نواب شاہ: مریم عبدالسلام شیخ ☆ چکوال: طیبہ مہک، محمد طارق جمیل ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد

ناز ☆ سکرنڈ: سدرہ ندیم خانزادہ ☆ شیخوپورہ: محمد احسان الحسن ☆ کوئٹہ کینٹ: فاطمہ جواد ☆ سکھر: حرا مجید ☆ اٹک: عمارہ احسن خان ☆ پکھل شہر: گل ابراہیم ☆ جامشورو: حافظ مصعب سعید ☆ لاڑکانہ: فاطمہ گل ☆ پشاور: محمد حیان ☆ ویر لوئز: محمد احمد غزنوی ☆ قصور: محمد صدیق قیوم ☆ نوشہرہ: محمد عقیل اعوان ☆ چشتیاں: دانیال کاشف ☆ گجرات: رحیقہ شہزاد ☆ کوٹ مراد خان: مہوش افتخار احمد ☆ ایبٹ آباد: جاوید الہٰی خان ☆ وہاڑی: مومنہ ابوجی ☆ علی پور: سلمان یوسف سمیجہ ☆ گھوٹکی: اسحاق گڈانی۔

☆☆☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی۔ ◆ بامقصد نہیں تھی۔ ◆ طویل تھی۔ ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی۔ ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ◆ پنسل سے لکھی تھی۔ ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔ ◆ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔ ◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی۔ ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔ ◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔ ◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو۔ ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے۔ ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ "کیا یہ چھپ جائے گی؟" ◆ مختصر، صاف لکھی ہوئی تحریر کی باری جلد آتی ہے۔ ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے۔ ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے۔ ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو تصویر کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے۔ ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے۔ ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں۔ ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ قول بہت مشکل نہ ہو۔ ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو۔ ◆ نونہال بلا عنوان یا قسط وار کہانی نہ بھیجیں۔ ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ ◆ کتاب وغیرہ منگوانے کے لیے شعبہ مطبوعات ہمدرد کو علاحدہ خط لکھیں ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابل اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے۔ ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے اور ہر کوپن الگ کاغذ پر چپکائیں۔ ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔ (ادارہ)

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

نونہال لغت

ساعت	سَا عَ ت	پل۔ لمحہ۔ گھڑی۔ منٹ۔ وقت۔
ہیبت	ہَے بَ ت	دہشت۔ رعب۔ ڈر۔ خوف۔
مسخر	مُ سَ خْ خَ ر	تسخیر کیا گیا۔ قبضہ کیا گیا۔ تابع کیا گیا۔ فتح کیا گیا۔
مسکن	مَ سْ کَ ن	رہنے کی جگہ۔ رہنے کا مقام۔ گھر۔ مکان۔ ٹھکانا۔
مسکن	مُ سَ کْ کِ ن	تسکین دینے والا۔ تسکین بخش۔ سکون دینے والا۔
نقل مکانی	نَ قْ لِ مَ کا نی	ایک مقام سے دوسری جگہ جانا۔ مکان تبدیل کرنا۔
ہدف	ہَ دَ ف	نشانہ۔ زد۔ مار۔
بھانت	بھا نْ ت	طرح۔ طور۔ ڈھنگ۔ قسم۔ انداز۔ طرز۔ رسم۔
بادِ صبا	با دِ صَ با	صبح کے وقت شمال مشرق سے آنے والی ہوا۔
شیوہ	شے وَ ہ	طور طریقہ۔ روش۔ دستور۔ ناز۔
شعبدہ	شُ عْ بَ دَ ہ	کرتب جو جادو یا مکر و فن سے ہو۔ نظر بندی۔ دھوکا۔ فریب۔
ڈھیٹ	ڈِ ھ یْ ٹ	سرکش، جو کسی کا کہنا نہ مانے۔ ضدی۔ گستاخ۔ بے شرم۔
حسرت	حَ سْ رَ ت	افسوس۔ تاسف۔ آرزو۔ ارمان۔ تمنا۔
مباحثہ	مُ با حَ ثہ	بحث کرنا۔ مناظرہ۔ تکرار۔
عبور	عُ بُو ر	پار اترنا۔ پانی میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جانا۔ راہ طے کرنا۔ مسائل پر حاوی ہونا۔ مہارت حاصل ہونا۔
تشویش	تَ شْ وِ یْ ش	گھبراہٹ۔ پریشانی۔ بے قراری۔ بے چینی۔ اضطراب۔
بزم	بَ زْ م	محفل۔ مجلس۔ خوشی کی محفل۔